جون ۲۰۱۹ء

Rs.30/-

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ

حیات نو

دہلی

جامعۃ الصفہ ورنگل

دیشائی پیٹ روڈ، ورنگل (تلنگانہ)

دعوت دین واقامت دین کیلئے ایک تعلیمی تحریک

الحمد للہ جامعۃ الصفہ ورنگل اپنے مقاصد کی تکمیل کا جہاں سولہواں سال مکمل کر رہا ہے، وہیں پر تحریکی حلقوں میں بھی ایک معروف منفرد ادارے کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔ 2005 تا 2018 کے عرصے میں بفضلہ تعالیٰ 86 طلباء حفظ القرآن کی تکمیل کر چکے ہیں۔ جب کہ گذشتہ چھ برسوں میں 12 طلباء دستار فضیلت سے سرفراز ہو کر تحریک اسلامی کی سعی وجہد میں اپنا عملی کردار نبھا رہے ہیں۔

جامعہ کے شعبہ عالمیت میں چار سالہ اور فضیلت کا دو سالہ کورس رکھا گیا ہے، جس میں تشنگان علم وخادمان دین اپنے علم کی پیاس بجھا رہے ہیں تا کہ معاشرے میں وہ اپنا منصبی فریضہ ادا کر سکیں۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ فارغین جامعہ میں دین کی صحیح فکر، اقامت دین کی تڑپ، عصری علوم سے اتنی واقفیت، مہارت، بصیرت پیدا کی جائے کہ وہ زمانے کے ہر چیلنج کا مطلوبہ اسلوب میں مقابلہ کر سکیں۔ جامعہ میں اس وقت ریاست تلنگانہ وآندھرا پردیش کے مختلف اضلاع کے علاوہ دیگر کچھ مقامات کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں اور تقریباً سارے ہی طلباء دارالاقامہ میں مقیم ہیں۔ ان کی رہائش، طعام وتعلیم کے اخراجات اہل خیر حضرات کے تعاون وسرپرستی میں مکمل کئے جاتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطائے فرمائے) طلباء کو انگریزی وعلاقائی زبان تلگو بھی پڑھائی جاتی ہے تا کہ وہ برادران وطن میں دعوت دین کا کام انجام دے سکیں۔ اس کے علاوہ جامعہ میں کمپیوٹر لیاب بھی موجود ہے۔ انشاء اللہ جامعہ کی دوسری منزل کی تعمیر اسی سال پیش نظر ہے۔ ادارے کا ماہانہ خرچ -/2,20,000 روپئے ہے۔ سالانہ اخراجات اور تعمیر کیلئے ادارہ دردمندان ملت کے بہی خواہاں تحریک سے دست تعاون کی امید بھی رکھتا ہے۔

نوٹ: کاکتیہ یونیورسٹی اور دیگر کالجوں میں اعلیٰ عصری علوم کے لئے شہر ورنگل آنے والے طلباء کی دینی واخلاقی تربیت اور بہتر رہائش کے علاوہ حصول تعلیم میں یکسوئی کے پیش نظر جامعۃ الصفہ کے ہاسٹل میں رہائش کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ چنانچہ جامعہ کے ہاسٹل میں پروفیشنل کورس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء مقیم ہیں۔ الحمد للہ اس کے اچھے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

تعاون کی شکلیں : شعبہ حفظ وعالمیت کے طلباء کی کفالت کیلئے سالانہ فی طالب علم -/20,000 ہزار روپئے ہے۔ اساتذہ وغیر تدریسی عملہ کی تنخواہوں کیلئے ماہانہ -/95,000 روپے اس کے علاوہ اور دیگر ضروریات۔۔۔۔۔

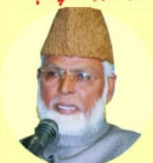

بانی وناظم جامعہ محمد خواجہ عارف الدین

پیغام عمل

طلباء کی ذہنی وفکری تربیت اور عملی جدوجہد کیلئے ناظم جامعہ جناب محمد خواجہ عارف الدین کی بعد نماز عشاء روزآنہ کی گئی فکری واصلاحی تقریروں کے مجموعے "پیغام عمل" (کتابی شکل) کو عام طور پر تحریکی حلقے میں کافی پسند کیا گیا ہے چنانچہ اب اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع کر دیا گیا ہے۔ جامعۃ الصفہ کے علاوہ مکتبہ اسلامی سب ڈپو مچھلی بازار، حیدرآباد سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (قیمت -/150)

JAMIA-TUS-SUFFAH, H.No. 11-24-314, Deshaipet Road, Warangal. (T.S.) India
Phone : +91-870-2424576, Cell: +91-98490 04547,
A/c. No. 444351498, Indian Bank, Mandi Bazar, Warangal. IFSC : IDIB000W004

SUFFAH HIGH SCHOOL

27 YEARS

English Medium, Nursery to X Class

Mandi Bazar, Warangal 506002 (Telangana)

Providing Excellence in Education Since 27 Years

Suffah High School was established in the year 1991 and since 27 years providing excellence in school education. We provide the best infrastructure for the students to get modern education in an islamic environment. Preparing the students for their better future here and hereafter

Mohd. Khaja Arifuddin
Founder & Chairman

Our Facilities

- Moral Education
- Play Way Learning
- Arabic Classes
- Digital Class
- Coputer Lab
- Science Lab

Dr. Aziz Ahmed Ursi
Founder Sec & Correspondent

Contact us @ 91870-2424086, 9700054253 email: suffah.shs@gmail.com

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ حیاتِ نو

مدیر مسئول: سید راشد حامدی　　**مدیر اعزازی: ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی**

جلد: ۴،　شمارہ: ٦،　جون ۲۰۱۹ء / رمضان المبارک۔شوال ۱۴۴۰ھ

مجلس ادارت

محمد اسماعیل فلاحی............نئی دہلی

زبیر ملک فلاحی............لکھنؤ

انیس احمد فلاحی............جامعۃ الفلاح

فی شمارہ:	اندرون ملک	۳۰/روپے
	بیرون ملک	۵/امریکی ڈالر
سالانہ زرتعاون:	اندرون ملک	۳۰۰/روپے
	بیرون ملک	۲۰/امریکی ڈالر
لائف ممبرشپ:	اندرون ملک	۵۰۰۰/روپے
	بیرون ملک	۳۰۰/امریکی ڈالر

- رجسٹرڈ ڈاک سے رسالہ منگانے کی صورت میں رجسٹری خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔
- مقالہ نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

Printed, Published & Owned by Sayyed Rashid Hamdi ,F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025. **Printed at**: Ala Printing Press, 3636, Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006. **Published at**:F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025. **Editor: Ziauddin Falahi**

نقوشِ حیات

اداریہ	ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی	۳
اقامتِ دین کا مفہوم	زینب آفتاب فلاحی	۶
اردو تراجمِ قرآن پر ایک نظر (۳۸)	ڈاکٹر محی الدین غازی	۹
قرآن کی رہ نمائی: مسائل کا حل	مولانا نسیم احمد غازی فلاحی	۱۵
طلاق ثلاثہ: ایک علمی وتحقیقی بحث [آخری قسط]	مفتی صباح الدین ملک فلاحی قاسمی	۱۹
طریقۂ طلاق: قرآن وسنت کی روشنی میں	تمنا مبین اعظمی فلاحی	۳۸
وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی	سالم سلیم	۴۸
اسلام میں تفریح کا تصور	آسیہ خاتون	۵۰
حیاتِ نو کے محسن	عبدالحاکم مجاہد	۵۴
مظہر سید عالم کا سانحۂ وفات	شمشاد حسین فلاحی	۵۸
بزمِ ادب	ضمیر اعظمی فلاحی، سرفراز بزمی	۶۰
تعارف وتبصرہ	محمد اسعد فلاحی، عدنان فلاحی	۶۴
جامعہ کے لیل ونہار	مصباح الباری فلاحی	۷۱

خط وکتابت وارسال زر کا پتہ

Zeeshan Apartment, F-9, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025

Email: jareedahayatenau@gmail.com

موبائل نمبر مدیر: +91-9927206518

ہندوستانی مسلمان اور تعلیم نسواں

پیش نگاہ تحریر کا مقصد تعلیم نسواں کے تئیں مسلم امت کی بیداری کا جائزہ لینا اور اس الزام کی تردید مقصود ہے کہ مسلم امت تعلیم نسواں کے تئیں غافل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جدیدیت کے متوالوں کا یہ الزام تاریخی حقائق کے سراسر خلاف ہے۔ قرآن وسنت میں فرد اور اجتماع کے تزکیہ کی ذمہ داری میں دونوں جنسوں (مرد وعورت) کو برابر کا شریک وسہیم قرار دیا گیا ہے۔ عہد نبوی میں صحابیات کا مشتاقانہ استفادہ اور کاشانۂ نبوی کی مسلسل علمی زیارات کے نتیجہ میں حضرات عائشہ، ام سلمہ، شفا بنت عبداللہ، ام درداء، سمرا اسدیہ اور زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہن وغیرہ کی قرآنی، حدیثی اور فقہی بصیرتوں کے واقعات تاریخ وسیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ عبدالحلیم ابوشقہ (و: ۱۹۹۵) نے المرأۃ فی عہد الرسالۃ اور پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے 'رسول اکرم اور خواتین' میں اس موضوع کا علمی، تحقیقی اور تجزیاتی احاطہ کیا ہے۔

بعد کے عہد میں تعلیم نسواں کے حوالہ سے امت اسلامی نے قابل ذکر پیش قدمیاں کی ہیں۔ عہد وسطیٰ کے اسلامی محقق پروفیسر ظفرالاسلام اصلاحی نے ''تعلیم۔ عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں'' تصنیف کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلم ہندوستان میں عورتوں کو تعلیم دینے کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ تعلیم یافتہ خواتین اور معلمات کی اس عہد میں کمی نہیں تھی۔ شہزادیوں، خواتینِ حرم وکنیزوں کی تعلیم کے مراکز متعدد تھے، قاریہ، عالمہ، فقیہہ، ادیبہ، شاعرہ، مصنّفہ اور طبیبہ کی ڈھیروں مثالیں ہیں۔ پروفیسر موصوف نے ہندو مؤرخ کرشن لال کے حوالے سے کہا ہے کہ ''عہد وسطیٰ میں مسلم خواتین کی تعلیم اتنی بے توجہی کا شکار نہیں تھی جتنی ہندو خواتین کے سلسلے میں پائی جاتی ہے''۔ (تعلیم عہد اسلامی کے ہندوستان میں، باب چہارم)

جدید ہندوستان کے مفکر، دانشور اور تعلیم کے معمار اعظم سرسید احمد خانؒ (و:۱۸۹۸) نے

مدرسۃ العلوم محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میں بنیادی طور پر لڑکیوں کی تعلیم کا منظم انتظام کیا۔ سید والا گہر نے تہذیب الاخلاق اور اپنے مکاتیب میں تعلیم نسواں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور اس بحث کو تقدیم اور ترجیح کا مسئلہ قرار دیا ہے۔ پروفیسر ظفرالاسلام اصلاحی نے ''مطالعات سرسید'' میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی خدمات کا اختتام ان جملوں پر کیا ہے:

''دراصل ہندوستان میں تعلیم نسواں تحریک نے سرسید تحریک ہی کی کوکھ سے جنم لیا اور اس کے ایک اہم رکن مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے زیر سایہ پلی وپران چڑھی اس لئے اسے بجا طور پر سرسید تحریک کا ایک حصہ کہا جاتا ہے''۔

تقسیم ملک کے بعد سید ابوالاعلیٰ مودودی (و:۱۹۷۹) کی مجتہدانہ بصیرت کے نتیجہ میں جماعت اسلامی کی کوششوں کے عوض تعلیم نسواں کی تحریک کو فروغ حاصل ہوا۔ مولانا ابوسلیم محمد عبدالحی (و:۱۹۸۷) کی قائم کردہ جامعۃ الصالحات رام پور اور جامعۃ الفلاح کا کلیۃ البنات بلریا گنج اعظم گڑھ کا تذکرہ سطور ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۹۴۲ میں رکنیتِ جماعت سے فیض یاب تحریک اسلامی کے داعی ومربی مولانا محمد عبدالحی نے رفقائے جماعت کی بچیوں کے لئے ۱۹۵۶ میں ''بچیوں کا مدرسہ'' قائم کیا۔ ۱۹۶۳ میں اس میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ہائی اسکول کے نصاب کی تعلیم دلوا کر وہاں سے امتحان اور اسناد کا انتظام کیا۔ یہی مدرسہ نومبر ۱۹۷۲ میں جامعۃ الصالحات کے نام سے علمی دنیا میں معروف ومنسوب ہوا جس کی بنیاد اور توسیع میں مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی امیر جماعت اسلامی ہند کی حمایت اور نصرت شامل حال رہی۔ آج جامعۃ الصالحات کی عالمہ وفاضلہ کی ڈگریاں ملک وبیرون ملک کی متعدد یونیورسٹیز اور جامعات سے منظور شدہ ہیں۔ مولانا عبدالحی کو اس بات کی فکر تھی کہ ندوہ اور دیوبند کی طرح کا ادارہ لڑکیوں کے لئے رام پور میں قائم کریں تاکہ طالبات عالمہ اور فاضلہ بن کر داعیانہ کردار ادا کرسکیں۔ ہاسٹل کے ساتھ سینکڑوں غیر بورڈر طالبات کی تعلیم کا انتظام کرنا ان کا غیر معمولی کارنامہ ہے۔

دوسری طرف ۱۹۶۲ میں جامعۃ الفلاح لڑکوں کی تعلیم کے لئے جب معرض وجود میں آگیا تو اسی زمانے میں لڑکیوں کے لئے مخصوص ''مدرسۂ نسواں'' کو منظم کرنے کی فکر دیگر رفقاء

کے ساتھ خاص طور پر مرحوم مولوی عیسیٰ قاسمی کو ہوئی۔مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ کی تجویز سے مدرسہ نسواں کا نام ''کلیۃ البنات'' رکھا گیا جس کی توثیق ۲؍نومبر ۱۹۶۵ء کے اجلاس مجلس انتظامیہ میں کردی گئی۔آج کلیۃ البنات میں عالمہ وفاضلہ کا وہی نصاب رائج ہے جو جامعۃ الفلاح کا طرۂ امتیاز ہے۔اس کے شعبہ ثانوی اور اعلیٰ میں ہرسال دو ہزار سے زائد طالبات قرآن وسنت کی تعلیم سے فیض یاب ہوتی ہیں۔سینکڑوں طالبات ملک کے طول وعرض سے آکر اس کے ہاسٹل میں قرآن وسنت کی معیاری تعلیم سے آراستہ ہورہی ہیں۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ مشکلات وموانع اور تحفظات کے باوجود تعلیمِ نسواں کا معیاری نظامِ تعلیم جاری کیا جاسکتا ہے۔ جماعت اسلامی نے کلیۃ البنات اعظم گڑھ کا جو سلسلہ شروع کیا، شمالی اور جنوبی بھارت میں اس کے اچھے اثرات ظاہر ہوچکے ہیں۔چنانچہ حیدرآباد میں جامعۃ ریاض الصالحات، بنگلور میں جامعۃ الطیبات، اورنگ آباد میں جامعۃ الصفۃ جماعت اسلامی ہند کے زیر انتظام چل رہے ہیں۔ندوۃ العلماء نے جامعۃ المؤمنات الاسلامیہ جبکہ دیوبند نے بھی گجرات اور راجستھان میں طالبات کے مدارس کھولے ہیں۔رام پور اور اعظم گڑھ کے دونوں خالص جامعاتِ نسواں ملک عزیز میں اقامت دین کے لئے خاتون کی اسلامی تعلیم وتربیت میں منہمک ہیں اور دونوں کا عزم محکم ہے کہ امومتِ صالحہ کے بغیر امامتِ صالحہ کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔خواہش ہوتی ہے کہ کاش ہندوستان کے دو بڑے تعلیمی مراکز: دیوبند اور ندوہ بھی نصف جہان کی تعلیمی تزئین کاری میں مزید فعال پیش قدمی کرتے تو تعلیمی اثرات دوآتشہ ہوجاتے! امید ہے اربابِ دانش اس جانب توجہ فرمائیں گے۔

ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی
شعبہ اسلامک اسٹڈیز اے ایم یو، علی گڑھ
(۱۷؍رمضان المبارک ۱۴۴۰، مطابق ۲۳؍مئی ۲۰۱۹)

اقامت دین کا مفہوم

زینب آفتاب فلاحی
ایم۔اے،شعبۂ دینیات علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ

أَنْ أَقِيمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيْهِ (الشوری:۱۳)
’’قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ‘‘

اقامت دین کا مفہوم ہے دین کو پوری طرح اختیار کرنا یعنی دین کو اس کی روح اور اس کے قالب کے لحاظ سے اپنالینا۔

اقامت دین کے الفاظ میں لفظ اقامت کے وہی معنی ہیں جو اقامت صلوۃ میں اس لفظ صلوٰۃ کے ہیں۔ جب قرآن میں حکم دیا جاتا ہے کہ نماز قائم کرو تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ نماز کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ نہ صرف خود ادا کرو بلکہ ایسا انتظام کرو کہ وہ اہل ایمان میں باقاعدگی کے ساتھ رائج ہو جائے۔ مسجدیں ہوں، جمعہ و جماعت کا اہتمام ہو، وقت کی پابندی کے ساتھ اذانیں دی جائیں۔

اسی طرح جب قرآن میں اقامت دین کا حکم دیا گیا:

أَنْ أَقِيمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيْهِ (الشوری:۱۳)

اس سے مراد یہ تھا کہ جب لوگ اسے تسلیم کرلیں تو اس سے آگے قدم بڑھا کر پورا کا پورا دین ان میں عملاً رائج و نافذ کیا جائے تاکہ اس کے مطابق عمل درآمد ہونے لگے اور ہوتا رہے۔ اس میں شک نہیں کہ دعوت وتبلیغ اس کام کا لازمی ابتدائی مرحلہ ہے جس کے بغیر

دوسرا مرحلہ پیش نہیں آ سکتا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دین کا مفہوم کیا ہے؟ قرآن حکیم نے اس کے جو مفہوم واضح کیے ہیں وہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کے جس دائرے میں انسان کو اختیار حاصل ہے اس میں وہ برضا ورغبت اسی طرح اللہ کی تشریعی حکومت تسلیم کرے جس طرح دائرہ جبر میں کائنات کا ذرہ ذرہ چاروناچار اس کی تکوینی حکومت تسلیم کررہا ہے۔ اللہ کی اس تشریعی حکومت کے آگے سر جھکانے سے جو طریق زندگی رونما ہوتا ہے وہی دین ہے۔ وہی حکومت الٰہیہ ہے اور وہی اسلامی نظام زندگی ہے۔

اقامت دین سے مقصود دین کے کسی خاص حصے کی اقامت نہیں بلکہ پورے دین کی اقامت ہے، خواہ اس کا تعلق انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی زندگی سے یا معیشت ومعاشرت اور تمدن وسیاست سے۔ اسلام کا کوئی بھی حصہ غیر ضروری نہیں ہے۔ ایک مومن کا کام یہ ہے کہ اس پورے اسلام کو کسی تجزیہ وتقسیم کے بغیر قائم کرنے کی جدوجہد کرے۔ اس کے جس حصے کا تعلق افراد کی اپنی ذات سے ہے ہر مومن کو اسے خود اپنی زندگی میں قائم کرنا چاہیے اور جس حصے کا قیام اجتماعی جدوجہد کے بغیر نہیں ہوسکتا اہل ایمان کو مل کر اس کے لیے اجتماعی نظم اور سعی کا اہتمام کرنا چاہیے۔

مومن کا اصل مقصد رضائے الٰہی کا حصول اور آخرت کی فلاح ہے اور اس مقصد کا حصول اس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ دنیا میں خدا کے دین کو قائم کیا جائے۔

یہ واضح ہو چکا ہے کہ قرآن مجید میں اقامت دین کے معنی ہیں کہ لوگ اس دین کو پوری طرح اپنے اندر نافذ کرلیں تاکہ انسان سے عمل درآمد ہونے لگے اور ہوتا رہے اور اس کا سب سے پہلا مرحلہ دعوت الی اللہ ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے بھی کوئی نئی فقہ، اقامت دین کا کوئی نیا تصور پیش نہیں کیا بلکہ وہی طریق کار اختیار کرنے کی طرف دعوت دی جس کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا ہے اور جس کو نبیؐ نے اپنے اصحاب کرامؓ کی معیت میں اختیار کیا تھا۔

مولانا مودودیؒ نے جب تحریک جماعت اسلامی قائم کی تو اس کا نصب العین اقامت

دین ہی متعین ہوا۔ جس کا حقیقی محرک صرف رضائے الٰہی اور فلاح آخرت کا حصول ہے۔ مولانا مودودی نے اپنی طرف سے کوئی نئی بات پیش نہیں کی بلکہ قرآن وسنت کی رہنمائی میں امت مسلمہ کو ایک مقصد کی طرف متوجہ کیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح کے حصول کے لیے وہی طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا جو انبیاء کرام نے اپنایا تھا اور وہ صرف دعوت الی اللہ ہے۔ قرآن نے بھی اسی طریق کار کو درست قرار دیتے ہوئے دوٹوک طریقے سے بیان کر دیا ہے:

قُلْ هٰـذِهِ سَبِيْلِیْ أَدْعُو إِلَی اللّٰهِ عَلَی بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِی

(یوسف:۱۰۸)

''اے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں اور میری پیروی کرنے والے پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہے ہیں۔''

اقامت دین سے مراد صرف ریاست کی سطح پر اسلامی احکام کا نفاذ نہیں ہے بلکہ پوری زندگی میں اسلام کی پیروی ہے۔ اس میں ریاست بھی شامل ہے اور اس کے ساتھ افراد کا اللہ سے تعلق، ان کے جذبات وداعیات، ان کے عبادات، ان کے اخلاق ااور سماج سے متعلق تمام امور ومعاملات بھی شامل ہیں۔ ان تمام گوشوں میں دین کا قیام زبردستی نہیں بلکہ ذہن سازی یا رائے عامہ کی تربیت کے ذریعہ انجام پا سکتا ہے۔

اسلامی انقلاب صرف اسی صورت میں برپا ہوسکتا ہے جب کہ ایک عمومی تحریک قرآنی نظریات وتصورات اور محمدی سیرت وکردار کی بنیاد پر اٹھے اور اجتماعی زندگی کی ساری ذہنی، اخلاقی، نفسیاتی اور تہذیبی بنیادوں کو طاقت وجدوجہد سے بدل ڈالے۔ جس کے نتیجے میں مثالی اسلامی معاشرہ کا قیام، اس کے لیے راہ ہموار ہوگی اور رائے عامہ کی تربیت کے نتیجے میں ریاست بھی اسلامی رنگ اختیار کرے گی۔

اردو تراجم قرآن پر ایک نظر (۳۸)

(مولانا محمد امانت اللہ اصلاحیؒ کے افادات کی روشنی میں)

ڈاکٹر محی الدین غازی
ای میل:mohiuddin.ghazi@gmail.com

'استکبر عن' کا ترجمہ

لفظ استکبر کا اصل استعمال عن کے بغیر ہوتا ہے، اس کے ساتھ عن آنے سے اعراض کے مفہوم کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس طرح دو مفہوم جمع ہوجاتے ہیں، ایک تکبر کرنا اور دوسرا اعراض کرنا۔ تکبر کرنے اور اعراض کرنے میں باہمی تعلق یہ ہے کہ تکبر کرنے کی وجہ سے انسان کسی چیز سے اعراض کرتا ہے، یعنی تکبر اعراض کا سبب ہوتا ہے۔ غرض استکبر عن کا مکمل ترجمہ وہ ہے جس میں یہ دونوں مفہوم ادا ہورہے ہوں۔ اس کی روشنی میں جب ہم درج ذیل آیتوں کے ترجموں کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر ترجمے اس لفظ کا مکمل مفہوم ادا نہیں کررہے ہیں۔

(۱) وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ (الانعام:۹۳)

''اور اُس کی آیات کے مقابلہ میں سرکشی دکھاتے تھے'' (سید مودودی)

''اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے۔'' (احمد رضا خان)

''اور اس کی آیتوں سے سرکشی کرتے تھے۔'' (فتح محمد جالندھری)

''اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔'' (محمد جوناگڑھی)

''اور تم متکبرانہ اس کی آیات سے اعراض کرتے تھے۔'' (امین احسن اصلاحی)

صرف آخری ترجمہ میں زیر نظر لفظ کا مکمل ترجمہ کیا گیا۔

(۲) وَالَّذِیْنَ کَذَّبُواْ بِآیَاتِنَا وَاسْتَکْبَرُواْ عَنْہَا أُولٰئِکَ أَصْحَابُ النَّار (الاعراف:۳۶)

''اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلائیں گے اور ان کے مقابلہ میں سرکشی برتیں گے وہی اہل دوزخ ہوں گے'' (سید مودودی)

''اور جو لوگ ہمارے ان احکام کو جھٹلائیں اور ان سے تکبر کریں وہ لوگ دوزخ والے ہوں گے'' (محمد جوناگڑھی)

''اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان کے مقابل تکبر کیا وہ دوزخی ہیں'' (احمد رضا خاں)

''اور جو میری آیات کو جھٹلائیں گے اور تکبر کر کے ان سے اعراض کریں گے وہی دوزخ والے ہیں'' (امین احسن اصلاحی)

صرف آخری ترجمہ میں **استکبروا عنہا** کا **مکمل** ترجمہ کیا گیا۔

ایک توجہ طلب امر یہ بھی ہے کہ آیت مذکورہ کے آخر حصے کا جن لوگوں نے ترجمہ'' وہی دوزخ والے'' کیا ہے، درست نہیں کیا ہے، کیوں کہ یہاں اس حصر کے لئے کوئی علامت نہیں ہے، صحیح ترجمہ ''وہ دوزخ والے'' ہے۔

(۳) إِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُواْ بِآیَاتِنَا وَاسْتَکْبَرُواْ عَنْہَا لاَ تُفَتَّحُ لَہُمْ أَبْوَابُ السَّمَاء.(الاعراف:۴۰)

''وہ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان کے مقابل تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے۔'' (احمد رضا خاں)

''یقین جانو، جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے اور ان کے مقابلہ میں سرکشی کی ہے ان کے لیے آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے۔'' (سید مودودی)

''جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے سرتابی کی۔ ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے۔'' (فتح محمد جالندھری)

''جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے۔'' (محمد جوناگڑھی)

''بے شک جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور تکبر کر کے ان سے منھ موڑا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔'' (امین احسن اصلاحی)

صرف آخری ترجمہ میں استکبروا عنھا کا **مکمل** ترجمہ کیا گیا۔

(۴) إِنَّ الَّذِيْنَ عِندَ رَبِّکَ لاَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِه (الاعراف:۲۰۶)

''بیشک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے۔''
(احمد رضا خان)

''جو لوگ تمہارے پروردگار کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے گردن کشی نہیں کرتے۔'' (فتح محمد جالندھری)

''یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے''۔
(محمد جوناگڑھی)

''بے شک جو تیرے رب کے پاس ہیں وہ اس کی بندگی کرنے سے نہیں اکڑتے۔'' (امین احسن اصلاحی)

''جو فرشتے تمہارے رب کے حضور تقرب کا مقام رکھتے ہیں وہ کبھی اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں آکر اس کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے۔'' (سید مودودی)

آخرالذکر ترجمہ میں زیرنظر لفظ کا **مکمل** ترجمہ کیا گیا۔

(۵) وَمَنْ عِندَهُ لا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ (الانبیاء:۱۹)

''اور جو اس کے نزدیک رہتے ہیں بڑائی نہیں کرتے اس کی عبادت سے، اور نہیں کرتے کاہلی۔'' (شاہ عبدالقادر)

''اور اس کے پاس والے اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکیں۔'' (احمد رضا خان)

''اور جو (فرشتے) اُس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ کنیاتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔'' (فتح محمد جالندھری)

''اور جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔'' (محمد جوناگڑھی)

''اور جو اس کے پاس ہیں۔ وہ اس کی بندگی سے نہ سرتابی کرتے اور نہ تھکتے۔'' (امین احسن اصلاحی)

''اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ نہ اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر اُس کی بندگی

سے سرتابی کرتے ہیں اور نہ ملول ہوتے ہیں۔'' (سید مودودی)

''اور جو اس کے پاس ہیں وہ نہ تو اپنے کو بڑا سمجھ کر اس کی عبادت سے منھ موڑتے ہیں، اور نہ وہ تھکتے ہیں۔'' (محمد فاروق خاں)

صرف آخر الذکر دو ترجموں میں زیر نظر لفظ کا مکمل ترجمہ کیا گیا۔

اس آیت کے آخر میں **ولا یستحسرون** آیا ہے **استحسار** کا ترجمہ کچھ لوگوں نے تھکنا کیا ہے اور کچھ لوگوں نے اکتانا کیا ہے، شاہ عبدالقادر نے ترجمہ کیا ہے: ''اور نہیں کرتے کاہلی''۔ مولانا امانت اللہ اصلاحی اس کا ترجمہ تجویز کرتے ہیں: ''وہ سست یا ڈھیلے نہیں پڑتے''

(٦) إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ (غافر: ٦٠)

''بیشک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھینچتے (تکبر کرتے) ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر۔'' (احمد رضا خان)

''یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہوکر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔'' (محمد جونا گڑھی)

''جو لوگ میری بندگی سے سرتابی کررہے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہوکر جہنم میں پڑیں گے۔'' (امین احسن اصلاحی)

''جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر کنیاتے ہیں۔ عنقریب جہنم میں ذلیل ہوکر داخل ہوں گے۔'' (فتح محمد جالندھری، صرف اس ایک مقام پر اس طرح لفظ کی مکمل رعایت کے ساتھ ترجمہ کیا ہے)

''جو لوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل و خوار ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔'' (سید مودودی)

صرف آخر الذکر دونوں ترجموں میں زیر نظر لفظ کا مکمل ترجمہ کیا گیا۔

اس آیت کے آخر میں داخرین آیا ہے جو ترکیب نحوی کے لحاظ سے حال ہے، اور اس کا ترجمہ عام طور سے ذلیل ہوکر کیا گیا ہے۔ مولانا امانت اللہ اصلاحی کا خیال ہے کہ یہ وہ حال ہے جو فعل کی انجام دہی کے وقت نہیں بلکہ فعل کی انجام دہی کے بعد والے زمانے میں واقع ہوتا ہے، ۔اس کے مطابق ترجمہ ہوگا: ''جہنم میں داخل ہوکر ذلیل وخوار ہورہے ہوں گے''۔ قرآن مجید میں اس طرح کے حال کی متعدد مثالیں ہیں: جیسے: **ولوا الی قومھم منذرین** کا

صحیح ترجمہ ہے''وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ کر انذار کرنے لگے''۔

''استکبر عن'' کے سلسلے میں قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ تین مرتبہ یہ تعبیر آیات کے سلسلے میں آئی ہے، اور تین ہی مرتبہ یہ تعبیر عبادت کے سلسلے میں آئی ہے۔ اس کے ساتھ دلچسپ بات یہ ہے کہ جہاں''استکبر عن '' آیات کے سلسلے میں آیا ہے وہاں صاحب تدبر نے ترجمہ کرتے ہوئے لفظ کی مکمل رعایت کی ہے، اور جہاں''استکبر عن '' عبادت کے سلسلے میں آیا ہے وہاں صاحب تفہیم نے ترجمہ کرتے ہوئے لفظ کی مکمل رعایت کی ہے۔

مذکورہ بالا تمام ترجموں میں دو حضرات (فتح محمد جالندھری، محمد فاروق خاں) نے صرف ایک ایک بار لفظ مذکور کا مکمل ترجمہ کیا، باقی پانچ مقامات پر انہوں نے بھی عام مترجمین کی راہ اپنائی۔

'ما کنتم تستکبرون' کا ترجمہ

قرآن مجید میں لفظ استکبار مختلف صیغوں کے ساتھ متعدد مقامات آیا ہے۔ اس کا ترجمہ ہر جگہ سب لوگوں نے گھمنڈ اور تکبر کیا ہے، صرف درج ذیل ایک مقام پر اس کا ترجمہ صاحب تفہیم نے عام لوگوں سے مختلف کر دیا ہے:

مَا أَغْنَى عَنكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُون. (الاعراف: ۴۸)

''آج نہ تمہارے جتھے تمہارے کسی کام آئے اور نہ وہ ساز و سامان جن کو تم بڑی چیز سمجھتے تھے۔'' (سید مودودی)

اس ترجمہ میں ما کو مصدر یہ ماننے کے بجائے موصولہ مانا گیا ہے۔ استکبر کا مفہوم تکبر کرنے کے بجائے بڑا سمجھنا لیا گیا ہے۔ لغت کے لحاظ سے اس ترجمہ کی گنجائش موجود ہے، بعض عربی تفسیروں میں بھی اس سے ملتی جلتی بات ملتی ہے۔ تاہم قرآن مجید میں اس مفہوم میں یہ لفظ کہیں اور استعمال نہیں ہوا ہے۔ اس لیے موزوں ترجمہ وہی لگتا ہے جو عام طور سے کیا گیا ہے، جیسے:

''تمہیں کیا کام آیا تمہارا جتھا اور وہ جو تم غرور کرتے تھے۔'' (احمد رضا خان)

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ ہے:''کیا کام آیا تم کو جمع کرنا اور جو تم تکبر کرتے تھے'' اس ترجمے میں جمعکم کا ترجمہ جمع کرنا کیا ہے۔ تفاسیر میں یہ مفہوم بھی ملتا ہے، گوکہ شاہ عبدالقادر کے بعد عام طور سے اس ترجمہ کو اختیار نہیں کیا گیا ہے، اور تمہاری جمعیت یا اس جیسا ترجمہ کیا گیا ہے، اور یہی زیادہ مناسب لگتا ہے۔

رعد کا ترجمہ

رعد کا لفظ قرآن میں دو جگہ آیا ہے، موخر الذکر مقام پر تو تمام لوگوں نے اس کا ترجمہ گرج کیا ہے، لیکن اول الذکر مقام پر بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ کڑک کردیا ہے۔ لغت کی رو سے رعد کا صحیح ترجمہ گرج ہی ہے۔ جن لوگوں نے پہلے مقام پر اس کا ترجمہ کڑک کیا ہے انہوں نے بھی دوسرے مقام پر گرج ہی کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مقام پر ان سے لغزش ہوگئی۔ دونوں مقامات کے ترجمے ملاحظہ ہوں:

(۱) أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ (البقرة:۱۹)

''یا پھر ان کی مثال یوں سمجھو کہ آسمان سے زور کی بارش ہو رہی ہے اور اس کے ساتھ اندھیری گھٹا اور کڑک چمک بھی ہے۔'' (سید مودودی)

''یا ایسی ہے جیسے آسمان سے بارش ہو رہی ہو۔ اس میں تاریکی ہو، کڑک اور چمک ہو۔'' (امین احسن اصلاحی)

''یا جیسے آسمان سے اترتا پانی کہ ان میں اندھیریاں ہیں اور گرج اور چمک۔'' (احمد رضا خان)

''یا آسمانی برسات کی طرح جس میں اندھیریاں اور گرج اور بجلی ہو۔'' (محمد جوناگڑھی، صیب کا ترجمہ برسات درست نہیں ہے، بارش ہونا چاہئے)

(۲) وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ. (الرعد:۱۳)

''بادلوں کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے۔'' (سید مودودی)

''اور بجلی کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔'' (امین احسن اصلاحی)

''اور گرج اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی بولتی ہے۔'' (احمد رضا خان)

''گرج اس کی تسبیح وتعریف کرتی ہے'' (محمد جوناگڑھی، ''تسبیح وتعریف کرتی ہے'' ترجمہ کرنا درست نہیں ہے، یہاں دو مستقل فعل نہیں ہیں، مستقل فعل یسبح ہے اور بحمدہ اس سے متعلق ہے، صحیح ترجمہ ہے ''حمد کے ساتھ تعریف کرتی ہے'')۔

قرآن کی رہ نمائی: مسائل کا حل

مولانا نسیم احمد غازی، مدھرسندیش سنگم دہلی
abulaalasubhani@gmail.com

قرآن مجید اس زمین پر اللہ تعالی کی سب سے بڑی نعمت ورحمت ہے۔ یہ کتاب دنیا کے سارے انسانوں کے لیے اور رہتی دنیا تک کے لیے کتاب ہدایت ہے۔ جولوگ اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں ان کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ ان کی دنیوی واخروی کامیابی کا انحصار اسی کتاب کی پیروی پر ہے۔ یہ کتاب ہر طرح کے سرد وگرم حالات میں اپنے ماننے والوں کی رہ نمائی کرتی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کے ماننے والے جب جب اور جہاں جہاں اس کتاب ہدایت کی تعلیمات پر عمل کریں گے وہ ان شاءاللہ کامیاب ہوں گے۔ ان کے سارے مسائل وپریشانیوں کا حل اس کتاب میں موجود ہے۔ اس لیے اپنے مسائل کے حل کے لیے ہمیں سب سے پہلے قرآن ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور پوری ایمان داری کے ساتھ اس کی ہدایتوں پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ قرآن سے یہ تعلق صرف مسائل کے حل ہی کے لیے نہیں بلکہ کامیابی وکامرانی کے لیے بھی ضروری ہے۔ ذیل میں قرآن کی کچھ بنیادی ہدایات نقل کی جارہی ہیں جو اس نے اپنے ماننے والوں کو دی ہیں۔

قرآن نے واضح طور پر مسلمانوں کا یہ نصب العین اور مقصد حیات قرار دیا ہے کہ وہ سارے انسانوں کو اللہ کا راستہ دکھائیں، ان تک اسلام کے شیریں پیغام کو پہنچائیں اور انہیں جہنم سے بچانے اور جنت کا مستحق بنانے کی کوشش کریں۔ چنانچہ فرمایا:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ

الْمُسْلِمِيْنَ (حم سجدہ:۳۳)

''اس سے اچھی بات اور نصب العین اور کس کا ہوسکتا ہے جو انسانوں کو ان کے خالق مالک اور پروردگار اللہ کی طرف بلائے۔ اس اعلیٰ و پاکیزہ کام کے مطابق اور شایانِ شان عمل کرے اور جس ہدایت کی طرف وہ لوگوں کو بلا رہا ہے اس کے بارے میں اعلان کرے کہ میں خود بھی ان تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔''

مندرجہ بالا قرآنی ہدایت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مسلمانوں کا اصل مقصد حیات، نصب العین اور مشن سارے ہی انسانوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے۔ اگر ہم اس فریضے کو فرضِ کفایہ سمجھ کر یا کم اہم سمجھ کر ترک کرتے ہیں تو ہم بڑے مجرم قرار پاتے ہیں اور اس جرم کی وجہ سے دنیا میں آنے والی تباہیوں اور آخرت کے عذاب سے ہمیں کون بچاسکتا ہے! اس لیے ہمیں اخروی کامیابی کے لیے بھی اور دنیوی کامیابی کے لیے بھی اس کام کو کرنا ہوگا۔ اس دعوتی کام کو نظر انداز کر کے ہم دنیا میں اپنے مسائل کی جو تدابیر بھی اختیار کریں گے وہ بے سود ہی ثابت ہوں گی۔ دعوتی کام کی اہمیت نبی ﷺ کی پوری سیرت سے بھی ہمارے سامنے آتی ہے۔ یہ انسانیت کا تقاضا بھی ہے اور اخلاق کا تقاضا بھی کہ ہم لوگوں کو ان کے پروردگار کا راستہ بتائیں۔

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت میں یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ دعوت دینے والا شخص یا جماعت عمل صالح کرے۔ عملِ صالح کا مطلب نیک اور اچھے کام ہی نہیں ہیں بلکہ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ہم وہ کام کریں اور وہ پالیسیاں بنائیں جو اس عظیم اور پاکیزہ کام کے شایانِ شان ہوں اور اس کے تقاضوں کی تکمیل کرتی ہوں۔ اس ہدایت میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے۔ حالات اور زمانے کے لحاظ سے ہم اس دعوتی کام کا پروگرام اور لائحہ عمل بنا سکتے ہیں، تفصیلات کا یہاں موقع نہیں۔

اوپر کی قرآنی ہدایت میں ایک اہم بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ کی طرف بلانے والا شخص یا گروہ خود اللہ کا مکمل مطیع و فرماں بردار ہو۔ اس کی زندگی اس حقیقت کی گواہ ہو اور وہ لوگوں

سے کہہ سکے، چاہے یہ کہنا زبان حال ہی سے ہو کہ میں جن باتوں کی طرف تمہیں دعوت دے رہا ہوں پہلے میں خود ان پر عمل پیرا ہوں۔

اللہ کی نظر میں یہ بات نہایت ناپسندیدہ ہے کہ داعی کی زندگی میں قول وعمل میں تضاد ہو یعنی لوگوں کو تو اسلام کی طرف بلائے، کامیابی کی طرف بلائے اور خود اس پر عمل نہ کرے۔ یہ کردار نہ صرف یہ کہ داعی ہی کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ دعوت کے لیے بھی مضرت رساں ہے۔ بلکہ یہ چیز دعوت کو بالکل بے اثر بنا دیتی ہے۔اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جب کوہ صفا پر کھڑے ہوکر غیر مسلموں کو خدا کی طرف بلانا چاہا تو پہلے اپنے کردار کی تصدیق کروائی۔قرآن مجید میں بہت سے انبیاء کا تذکرہ ہے۔ان کی دعوت کا امتیاز یہ ہے کہ وہ اپنی مدعو قوم سے کہتے ہیں کہ دیکھو، میں جس چیز کی طرف تمہیں بلا رہا ہوں، میں خود اس پر عمل کرتا ہوں۔داعی سے قرآن کا یہ خاص مطالبہ ہے، کیوں کہ اس کے بغیر دعوت بے معنی ہے۔ قرآن میں بنی اسرائیل کے علماء کو اس برے کردار پر سخت وعید دلائی گئی ہے کہ ”کیا تم لوگوں کو نیکی اور بھلائی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو درآں حالاں کہ تم خدا کی کتاب کو پڑھتے بھی ہو۔کیا عقل سے کام نہیں لیتے کہ (کتنا سنگین جرم تم کر رہے ہو)۔“

قرآن مجید نے اسلام کی دعوت دینے والوں کی یہ رہنمائی بھی کی ہے کہ لوگوں کے ساتھ تمہارا رویہ کیسا ہونا چاہیے۔ چنانچہ فرمایا کہ بھلائی اور برائی یکساں نہیں ہوتی، تو مسلمانو تمہارا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ تم بہتر سے بہتر طریقے سے پیش آؤ اور لوگوں کی برائیوں کا جواب حسنِ کردار اور بہترین طریقے سے دو۔قرآن نے یہ بھی بتایا کہ اس کردار کا اثر یہ ہوگا کہ جو تمہارا بدترین دشمن ہے وہ تمہارا جگری دوست بن جائے گا۔

یقیناً یہ ہے بہت مشکل کام لیکن جو خوش قسمت ہیں ان کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔

قرآن مجید کی ایک اہم تعلیم وحدت انسانیت اور تکریم انسانیت کی ہے۔ چنانچہ قرآن نے صاف طور پر اعلان کر دیا ہے کہ انسانو! تمہیں خدا نے ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میاں بیوی سے بہت سارے مرد وعورت پھیلا دیے۔

یہ اس بات کا کھلا اعلان ہے کہ سارے انسان آپس میں بہن بھائی ہیں اور ایک ماں باپ کی اولاد۔ اس لیے انسانوں میں تفریق جائز نہیں۔ سب کی عزت کرنا اور سب کی خدمت کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ یہ ایک ایسی زبردست ہدایت ہے کہ قرآن کو ماننے والے اگر اس ہدایت کا حق ادا کرنے لگ جائیں تو دنیا کا نقشہ یکسر بدل سکتا ہے اور خود مسلمانوں کے بے شمار مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان صرف زبان سے یہ بات نہ کہیں بلکہ اپنے عمل سے بھی نظر آئیں کہ وہ سارے انسانوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں، ان کے دکھ درد میں تڑپیں اور ان کی مدد کریں اور کوشش کریں کہ اپنے کسی بھائی یا بہن کو نہ دنیا میں دکھی ہونے دیں گے اور نہ آخرت میں۔

موجودہ حالات میں مسلمانوں کو جن مصائب کا سامنا ہے ان کا بنیادی اور اصل علاج اوپر کی سطروں میں مختصراً بیان کیا گیا ہے، اس کی تفصیل میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم پوری یکسوئی اور عزم کے ساتھ قرآن کی طرف رجوع کریں اور اس کی ایک ایک ہدایت کو مضبوطی سے تھام لیں، تاکہ ہر مسلمان چلتا پھرتا قرآن نظر آئے۔

طلاقِ ثلاثہ

ایک علمی و تحقیقی بحث (آخری قسط)

امت کے علماء وفقہاء کے غور وفکر کے لیے

مفتی صباح الدین ملک فلاحی قاسمی، استاذ فقہ، اسلامی اکیڈمی دہلی انڈیا

بیک مجلس تین طلاقیں اور فقہائے امت کی تین رائیں: ایک جائزہ

مسئلہ پر براہِ راست غور کر لینے کے بعد، اب یہ دیکھنا چاہیے کہ فقہائے امت کے درمیان، طریقۂ طلاق کی اس صورت پر کتنی رائیں پائی جاتی ہیں، اور ان کے حق میں ان کا استدلال کیا ہے۔ اس طریقۂ طلاق یعنی بیک مجلس تین طلاق پر فقہائے امت میں تین رائیں بن گئی ہیں:

پہلی رائے: ایک طلاق واقع ہوگی

پہلی رائے یہ ہے کہ بیک مجلس تین طلاق کا یہ طریقہ، منصوص ومشروع طریقہ کے مخالف ہے۔ اس لیے حکمِ تحریم کے اثبات میں تین کا عدد غیر مؤثر ہے۔ صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ کیوں کہ بہ ہر حال، اس نے طلاق (اصلِ طلاق) کا ارادہ کیا ہے اور کم از کم طلاق، ایک بار ہے۔ صاحبِ تحقیق فقہاء کی اکثریت اسی کی قائل ہے۔

اس قول کے دو حصے ہیں: (الف) ایک یہ کہ بیک مجلس، تین طلاق دینے سے، تین طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ طریقہ، وہ طریقہ نہیں ہے، جو حکمِ تحریم کے لیے منصوص ہے۔ اس طریقہ میں منصوص طریقہ کی علت نہیں پائی جاتی کہ منصوص طریقہ کا حکم، اس طریقہ سے ملحق کیا جا سکے۔ اس لیے اس غیر منصوص طریقہ سے تحریم کا منصوص حکم مرتّب نہیں ہوگا۔

(ب) قول کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ ایک طلاق واقع ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طریقہ (بہ یک مجلس تین طلاق دینے) میں، ایک عاقل، بالغ اہل مکلّف کا ارادہ وعزمِ طلاق، صیغۂ طلاق کے ساتھ موجود ہے، جو کسی بھی مشروع طلاق کا رکن ہے۔ صیغۂ طلاق پر تین کے عدد، یا اس کی تین بار تکرار کا اضافہ، اصلِ طلاق کے حکم کے ترتُّب میں مانع نہیں ہے۔ یہ اضافہ، محض لغو، مہمل اور بے اثر ہے۔

اس رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق کا طریقہ، مخالفِ قرآن ہے۔ لہٰذا اس طریقے پر دی گئی طلاق کا حکم، تحریمِ مطلقہ نہیں ہوسکتا۔ جب ایسا ہے تو کیا سرے سے کوئی طلاق واقع نہ ہو، یا کم از کم اصلِ طلاق یعنی ایک طلاق واقع مانا جائے۔ اوپر کی گفتگو سے واضح ہے کہ طلاق دینا، متکلم کا مقصد اور اس کی نیت ہے۔ تین طلاق جس کا نتیجہ، تحریمِ مطلقہ کا حکم ہو، اس طریقے سے اس کا وقوع منصوص طریقے کی مخالفت کے سبب ممکن نہیں۔ لہٰذا متکلم کے مقصد کا ادنیٰ یعنی ایک طلاق واقع ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تحریمِ مطلقہ کا حکم وجود میں نہیں آئے گا، اور شوہر کے امساک یا تسریح و نکاحِ جدید کا حق باقی رہے گا۔

دوسری رائے: کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی

دوسری رائے یہ ہے کہ بیک مجلس طلاق کا یہ طریقہ، منصوص طریقہ کے خلاف ہے۔ اور طلاق کے لیے صرف منصوص طریقہ ہی جائز ہے۔ چناں چہ مخالفۃ النص کی بنا پر، سرے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ لہٰذا یہ نہ صرف تین طلاق کے معنیٰ میں حکمِ تحریم کے لیے بالکلیہ غیر مؤثر ہے، بلکہ مطلق طلاق میں بھی غیر مؤثر ہے۔ یہ رائے فقہائے شیعہ امامیہ کی ہے۔ (المغنی: ج ۸، ص ۲۳۸)

اس رائے پر متعدد اعتراضات ہیں:

(۱) طلاق دینا، دراصل ایک جائز نیت، ارادہ، قصد، عمد اور عزم کا مظہر ہے۔ اس لیے اسے مؤثر اور معتبر ہونا چاہیے۔ اس کے ساتھ تین یا کسی عدد کا اضافہ، اگر شرع کے مطابق ہو تو حکمِ تحریم معتبر ہوگا، ورنہ غیر معتبر ہوگا۔ چوں کہ یہاں عدد کا اضافہ شرع کے مطابق نہیں ہے،

اس لیے معتبر نہیں ہوگا۔

۲) طلاق پر عددِ ثلاثہ کا اضافہ، اصلِ طلاق کی نفی نہیں کرتا اور اس کو رد نہیں کرتا۔ اس لیے عدد کے اضافہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ یہ عقد میں شرطِ فاسد کی طرح غیر معتبر ہوگا، اور عقد، صحیح قرار پائے گا۔

۳) طلاق پر تین کی گنتی کا کوئی اثر نہیں ہوگا، نہ اثبات میں کہ تحریم کا حکم لاگو ہو، اور نہ نفی میں کہ طلاق کی اصل یعنی محض طلاق (ادنیٰ مقصودِ متکلم) ہی باطل ہوجائے۔ غرض یہ کہ طلاق کی اصل باقی رہے گی اور گنتی محض بے اثر ہوگی۔

۴) عدد کا اضافہ، حکمِ تحریم کی ایجاد میں غیر مؤثر اور باطل ہے۔ اس لیے کہ حکمِ تحریم، صرف تین طلاق کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ یہ حکم، تین طلاق اور اس کی خاص کیفیت اور طریقہ سے مقید و مشروط ہے۔ البتہ یہ اضافہ اصلِ طلاق، جو کہ مطلق طلاق ہے یعنی ایک طلاق، اس کی تأثیر میں مضرّ، مُخِلّ اور مانع نہیں ہے۔

۵) **اعمال الکلام اولیٰ من اهماله** کے قاعدہ میں یہ بات شامل ہے کہ عاقل، بالغ اور اہلِ مکلّف کے کلام کو حتّی الوسَع بامعنیٰ اور بااثر قرار دیا جائے، بہ نسبت اس کے کہ اس کو پوری طرح مُہمَل قرار دیا جائے۔ اس طریقۂ طلاق میں طلاق دینا ایک مشروع امر ہے اور صحیح ہے۔ البتہ اس طریقہ سے تین عدد والی بات غیر مشروع ہے۔ چناں چہ کلام کا جو حصہ غیر مشروع ہے، وہ غیر معتبر اور نامقبول ہے، اور جو حصہ مشروع ہے، وہ مقبول و معتبر ہے۔

تیسری رائے: تین طلاقیں، واقع ہوں گی

اس رائے کے لیے پہلا استدلال:

اس رائے کے حق میں دو مختلف مکاتبِ فقہ نے الگ الگ استدلال کیا ہے۔ ایک استدلال شوافع کا ہے۔ ان کے مطابق، تین طلاقیں بلا کراہت واقع ہوں گی۔

ان کے نزدیک، یہ طریقۂ طلاق، منصوص (قرآنی) طریقہ نہیں ہے۔ مگر نکاح کے شوہر کی ملکیت ہونے کی بنیاد پر، عام عقود و معاملات کی طرح، طلاق کا ہر طریقہ جائز ہے۔ اسی لیے

تین طلاقیں اپنے حکمِ تحریم کے ساتھ بلا کراہت واقع ہوں گی۔

اس رائے کی بنیاد اس خیال پر ہے کہ طلاق دراصل، عقدِ نکاح کا فسخ ہے جو کہ ایک مالی عقد ہے۔ عقودِ مالیہ میں فریقین کو جس طرح اپنی مرضی سے عقد کو وجود میں لانے کا اختیار ہوتا ہے، اسی طرح فسخ کرنے کا پورا اختیار ہوتا ہے۔ لہٰذا عقدِ نکاح کو فسخ کرنے کے لیے، شوہر کو جو تین بار تک طلاق دینے کا اختیار دیا گیا ہے، اس اختیار کو استعمال کرتے ہوئے، شوہر چاہے ایک بار، دو بار اور تین بار کرکے، یہ عقد ختم کرے، یا یک مشت ایک ہی بار میں ختم کر دے۔

بعض فقہاء مثلاً ابن قدامہ حنبلیؒ نے، شافعیہ ہی کے خط پر، یہ بات کہی ہے کہ نکاح ایک مِلک (ملکیت) ہے، جسے متفرق طور پر زائل کیا جا سکتا ہے، تو مجموعی طور پر بھی زائل کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ تمام ملکیتوں کا یہی حکم ہے۔ یہ نکتہ پہلے آ چکا ہے۔

اس رائے پر دس اعتراضات:

اس رائے کی دلیل اور استدلال کا جائزہ لیں، تو اس پر مندرجہ ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

۱) نکاح و طلاق کے منصوص احکام کو عقودِ مالیہ پر قیاس کرنا، جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ منصوص کے مقابلہ میں قیاس ہے۔

۲) حکمِ تحریم کی طبیعت یہ ہے کہ یہ حکم، صرف شارع ایجاد کر سکتا ہے۔ یہ عقود پر قیاس سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس طریقۂ طلاق میں، نہ طریقہ عقود والا ہے اور نہ حکم عقود والا ہے۔ عقود میں عقد کو فسخ کرکے، بار بار لامتناہی طور پر، جوڑا جا سکتا ہے۔ اسی لیے یہ قیاس مع الفارق ہے۔

۳) یہ ایک منصوص حکم (یعنی تحریم) کے لیے منصوص طریقۂ طلاق کے مقابلہ میں، منصوص حکم کے لیے ایک غیر منصوص طریقہ ایجاد کرنا ہے، جس کا حق فقیہ و مجتہد کو نہیں ہے۔ حکمِ تحریم کے حصول کے لیے، کوئی قیاس، طریقۂ طلاق کی منصوص کیفیت کے وصفِ خصوص کو عام نہیں کر سکتا۔ علت کے وصفِ خصوصیت کو وصفِ عمومیت سے بدلنا، علت کا انعدام ہے، اور یہ گویا حکمِ منصوص کا انعدام ہے۔

۴) طلاقِ تحریمی کی نوعیت یہ ہے کہ وہ طلاق کا واحد طریقہ ہے، جس میں تیسری طلاق

کے بعد مطلقہ حرام ہو جاتی ہے اور امساک یا نکاح کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا۔ جو حکم یا طریقہ، وحدانیت کی طبیعت رکھتا ہو، قیاس کے ذریعہ، کوئی دوسرا طریقہ اس سے ملحق نہیں کیا جا سکتا۔

۵) قرآن کا منصوص حکمِ تحریم اور منصوص طریقۂ طلاق، کوئی نصیحت، مشورہ یا امر ارشادی نہیں ہے۔ بلکہ اس کی حیثیت، قانونی، الزامی اور ایجابی ہے۔ لہٰذا اس کو تجاوز کر کے اس حکم کے لیے کوئی اور طریقہ فرض نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہمیں امام شافعیؒ کے اس مسلک کی یاد دلاتا ہے، جب وہ ذبیحہ کے معاملے میں عمداً تسمیہ چھوڑ دینا بھی درست سمجھتے ہیں، اور 'اِلاّ ما ذکیتم' (مائدہ۳) کے حکمِ تذکیہ میں 'واذکروا اسم اللہ علیہ' (مائدہ۴) کے مطابق تسمیہ کو محض حکمِ ارشادی کے طور پر لیتے ہیں، اسے تذکیہ کی شرط نہیں مانتے۔ یہاں ان پر اجماعِ سابق کے خرق کا الزام بھی لگا ہے۔

۶) کوئی قیاس، کسی حکم کی علت کی جگہ نہیں لے سکتا۔ تحریم کی علت، طریقۂ طلاق کا مخصوص کیفیت میں ہونا ہے۔ کسی مالی عقد کی ملکیت پر قیاس، تحریم کی علت نہیں بن سکتا۔

۷) حکمِ تحریم، مخصوص (منصوص ومشروع) طریقۂ طلاق کا نتیجہ ہے۔ غیر منصوص یا غیر مشروع طریقۂ طلاق، حکمِ تحریم کی انشاء وایجاد کا سبب نہیں بن سکتا۔

۸) طریقۂ طلاق میں کئی امور، بابِ عقود کے ضوابط کے خلاف ہیں۔ عقود میں تراضی شرط ہے۔ جب کہ طلاق میں کئی استثنائیں موجود ہیں:

الف: طلاق کے عقد (فسخِ عقد) میں تین بار، یک طرفہ حقِّ طلاق (حقِ فسخ) ہے۔ دوسرے فریق (بیوی) کو نہ یہ حق دیا گیا ہے اور نہ اس کی رضا کا کوئی دخل ہے۔

ب: عقود میں تساوی بین الفریقین شرط ہے۔ عدمِ رضا کا حق دونوں فریق کو مساوی ہے۔ طلاق کو ختم کرنے یعنی رجوع عن الطلاق میں دو بار صرف ایک فریق کو یک طرفہ حق ہے۔

ت: فسخِ عقود میں تعداد کی کوئی قید نہیں ہے۔ طلاق تحریمی میں تین بار کی قید لگائی گئی ہے۔ تیسری طلاق کے بعد امساک (رجوع عن الطلاق) کا دیا ہوا حق ختم کر دیا گیا ہے۔

۹) تحریم کے حکم کے ساتھ، تین طلاق دینے کا صرف وہی طریقہ صحیح اور جائز ہوگا، جو مشروع ومنصوص ہو۔ تحریم، مکلَّف کا حقّ واختیار نہیں ہے کہ جیسے چاہے طلاق دے کر تحریم کا حکم لگا دے۔ تحریم وتحلیل شارع کا حقّ واختیار ہے۔ امساک ورجوع کا موقع بہ

طورِحق نہیں ہے، بہ طورِ رخصت ہے۔انسان کو اختیار ہے رخصت نہ لے، رخصت کو حذف کرنا اس کے اختیار میں نہیں ہے۔

۱۰) طلاق کا مقصد، عقدِ نکاح کو فسخ کرنا ہے۔مطلق طلاق دینے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے، اور عورت علیحدہ ہو جاتی ہے۔طلاق کا مقصد، عورت کو حرام قرار دینا نہیں ہے، اور نہ یہ شوہر کی جائز ضرورت ہے، اور نہ طلاق اس معنیٰ کے لیے وضع کیا گیا ہے، اور نہ یہ معنیٰ لفظِ طلاق کی لغوی طبیعت کا حصہ ہے۔اس لیے شوہر، حسبِ خواہش، تین طلاق دے کر، تحریم کا فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔

تیسری رائے کے لیے دوسرا استدلال:

تیسری رائے کے حق میں، دوسرا استدلال جمہور فقہاء حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا ہے۔ان کے مطابق، تین طلاقیں کراہت تحریمی کے ساتھ واقع ہوں گی۔ان کے نزدیک، یہ طریقۂ طلاق، منصوص و مشروع طریقہ کے خلاف ہے۔مخالفتِ نصِّ قرآنی کی بنا پر، یہ طریقہ حرام ہے۔مسنون و مشروع کے خلاف ہونے کی بنا پر، بدعت ہے۔اس کے باوجود تینوں طلاقیں معتبر ہوں گی، واقع اور نافذ ہوں گی اور تحریمِ مطلقہ کا حکم ثابت ہوگا۔

اس رائے پر چار اعتراضات:

اس رائے میں جس غیر منصوص اور غیر مشروع طریقہ کا حکم، وقوع و نفاذ کے حق میں، تحریمِ مطلقہ بتایا جارہا ہے۔اس کی معقولیت اور منطقیت پر مندرجہ ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

۱) طلاقِ ثلاث کا وہ طریقہ جس کا حکم، تحریمِ مطلقہ ہے، وہ ایک مخصوص طریقۂ طلاق ہے۔ایک مجلس میں تین طلاق کا طریقہ، وہ مخصوص طریقۂ طلاق نہیں ہے، جس کا حکم تحریمِ مطلقہ ہو۔تحریمِ مطلقہ کا حکم، ہر طریقۂ طلاق کا حکم نہیں ہے۔

۲) تحریمِ مطلقہ کا حکم، ایک منصوص حکم ہے۔اور اس حکم کے لیے طلاق کا طریقہ بھی منصوص ہے۔گویا منصوص حکم کے لیے منصوص طریقہ ہے۔یہاں منصوص حکم کے لیے غیر منصوص طریقہ، ممکن نہیں ہے۔بیک مجلس تین طلاق کا طریقہ، جس کا حکم، تحریمِ مطلقہ ہو، اس کی

کوئی دلیل نہیں ہے۔ منصوص طریقہ کے حکم کی علت اگر غیر منصوص طریقہ میں پائی جاتی، تو اشتراکِ علت کی بنا پر، یہ طریقہ تحریمِ مطلقہ کے حکم سے ملحق ہوسکتا تھا اور 'قیاس اصولی' ایک شرعی دلیل بن سکتا تھا، مگر علت مفقود ہے۔

۳) طریقہ شارع کا اور حکم بھی شارع کا، یہ ایک معقول بات ہے۔ طریقہ غیر شارع کا اور حکم شارع کا، یہ ایک غیر منطقی بات ہے۔ یہاں منظر یہ ہے کہ حکم قرآن کا ہے اور طریقہ غیر قرآن کا۔ حکم منصوص ہے اور طریقہ غیر منصوص۔

۴) تحریمِ مطلقہ، کسی کا حق و اختیار نہیں ہے۔ حکم دینے کا حق و اختیار شریعت نے کسی کو نہیں دیا۔ تحریمِ مطلقہ کے اختیار کو شریعت نے مخصوص طریقۂ طلاق سے متعلق کر دیا ہے۔ وہ مخصوص طریقۂ طلاق ہی، تحریمِ مطلقہ کا سبب ہے۔ طریقہ اور حکم میں علت و معلول کا رشتہ ہے۔

دلیل، استدلال اور نتیجہ:

تیسری رائے کے دونوں استدلال کا نتیجہ، نفاذ و وقوع کے معاملے میں ایک ہے، یعنی بیک مجلس تین طلاقوں کا تین شمار ہونا۔ حالانکہ دونوں کا استدلال بالکل الگ ہے۔ یہ مثال ہے دلیل و استدلال کے الگ ہونے اور نتیجہ کے ایک ہونے کی۔ اس صورتِ حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہلِ سنت کے چاروں مکاتبِ فقہ، تین طلاق کے وقوع پر متحد نظر آنے لگے۔ اور اسی لیے بعض پر جوش لوگوں نے اس رائے پر اجماع ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اس طرح نتائج کو دیکھتے ہوئے، مسئلۂ زیرِ بحث میں، تین موقف بنتے ہیں۔ اگر شیعہ امامیہ کی رائے ہٹا دیں تو دو ہی رائیں رہ جاتی ہیں۔ یعنی بیک مجلس تین طلاق سے ایک طلاق کا واقع ہونا یا تین طلاق پڑنا۔

لفظِ جمہور سے غلط فہمی:

یہاں جمہور کے لفظ سے لگتا ہے کہ امت کے فقہاء کی اکثریت ایک طرف ہے۔ جب کہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ جمہور کا لفظ اصلاً اہلِ سنت کے چار مسلکوں میں سے تین کے ایک طرف ہو جانے کو کہتے ہیں۔ چوں کہ ہر مسلک میں اصل امام یا چند ائمہ کی رائے کی بنیادی اہمیت ہوتی ہے، اور باقی منتسب اور اہلِ تقلید علماء ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے حقیقی گنتی صرف

اصل ائمہ کی ہونی چاہیے، منتسب اور اہلِ تقلید علماء کو اس گنتی میں محسوب نہیں کرنا چاہیے۔ جہاں تک اہلِ تحقیق علماء کا تعلق ہے، ہر زمانے میں، ان کی اکثریت یا سب کے سب پہلی رائے کے قائل رہے ہیں۔ چوں کہ افتاء اور قضاء کا نظام، مسلکی اور تقلیدی علماء کے پاس رہا، اس لیے ان کی تعداد پر کثرت کا گمان ہوتا ہے۔

رایوں میں قدرِ مشترک اور ان کا منطقی خط:

تینوں رائیوں میں یہ بات قدرِ مشترک ہے کہ بیک مجلس تین طلاق کا طریقہ، منصوص و مشروع طریقہ نہیں ہے۔ اس نقطۂ اتفاق کے بعد، سب کا موقف الگ الگ ہو گیا ہے۔ مگر پہلی دونوں رائیوں اور تیسری رائے کا پہلا استدلال بہ ہر حال ایک منطقی خط پر ہے۔ پہلی رائے (محققین کی رائے) میں غیر منصوص طریقہ کے تین طلاق کو حکمِ تحریم کے حق میں درست نہیں مانا گیا ہے۔ مگر مطلق طلاق یعنی ایک طلاق کو واقع قرار دیا گیا ہے۔ یہ رائے ایک معقول خط پر ہے۔ اس میں داخلی تضاد نہیں ہے۔ دوسری رائے (امامیہ کی رائے) میں غیر منصوص طریقہ کو سرے سے کسی بھی طلاق کے لیے صحیح نہیں گردانا گیا ہے، یہ بھی ایک منطقی خط پر ہے۔ اگر چہ یہ موقف غیر صحیح ہے۔ تیسری رائے (شوافع کی رائے) میں عقود پر قیاس کر کے غیر منصوص طریقوں کو بھی تحریم کے حکم کے لیے موزوں سمجھا گیا ہے۔ یہ قیاس مع الفوارق ہے۔ مگر منطقی خط پر ہے۔ اس طرح یہ تینوں رائیں، باہمی اختلاف کے باوجود، اور خطأ وصواب سے قطعِ نظر، ایک منطقی سطح پر ہیں۔

تیسری رائے میں دوسرا استدلال غیر منطقی خط پر:

لیکن تیسری رائے (جمہور کی رائے) میں دوسرا استدلال یعنی حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا استدلال ایک غیر منطقی خط پر ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس رائے کے قائلین اتنے غیر منطقی کیوں ہیں کہ بیک مجلس تین طلاق کے جس طریقہ کو حرام اور بدعت یعنی غیر مشروع کہہ رہے ہیں، اسی غیر مشروع طریقے سے ایک مشروع حکم کو ثابت مان رہے ہیں؟ طلاق کے لیے ایسا طریقہ کیوں ایجاد کر رہے ہیں، جو مشروع حکمِ تحریم کے لیے، طریقہ کے اعتبار سے بدعت، اور مقصد

کے اعتبار سے حرام ہو؟ ایک حرام اور بدعت کے طریقہ کومشروع قانون کیوں بنا رہے ہیں؟

غیر مشروع اور بدعت ہوتے ہوئے واقع کیوں ہے اور مخالفِ نص اور حرام ہوتے ہوئے بھی نافذ کیوں ہے؟ اس رائے کے حاملین کے پاس اس تضاد کا کوئی معقول جواب نہیں ہے۔ شارع اپنے حکم کی مخالفت اور حکم عدولی کو معتبر ماننے پر مجبور کیوں ہے؟ کسی طریقہ کا حرام و بدعت ہونا، شریعت میں اس کے غیر معتبر ہونے اور نا قابلِ قبول ہونے کی دلیل ہے، نہ کہ معتبر و مقبول ہونے اور اس کے واقع و نافذ ہونے کی؟ اس سوال کا جواب ادلۂ شرع سے نہیں، گولی چلنے اور گھائل ہونے کی مثال سے دی جاتی ہے۔ ہم سوچیں کہ یہ جواب کیا ہے؟

یہ سوال کہ جب ایک بار تین طلاق دینا شرعاً جائز نہیں تو اس کے نفاذ کے کیا معنیٰ؟ اس کا ایک جواب اس مثال سے دیا گیا ہے کہ باپ کا اولاد کو کم و بیش حصوں میں جائیداد ہبہ کرنا ممنوع ہے، لیکن اگر کوئی نا انصاف باپ ایسا کرے تو قانوناً اس کا نفاذ ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کام کا ممنوع ہونا ایک بات ہے اور اس کا نافذ ہونا دوسری بات۔ اس جواب کی کمزوری واضح ہے۔ باپ کے لیے اپنی اولاد کے درمیان لین دین میں مساوات کا حکم ہے، مگر یہ اخلاقی حکم ہے، قانونی نہیں۔ قانون کی رو سے اسے اپنی ملکیت اور مال میں تصرف کا پورا اختیار ہے۔ اسی لیے اس کی غیر عادلانہ تقسیم بھی قانوناً نافذ ہوگی، اور دین و اخلاق کی نگاہ میں وہ عنداللہ گنہ گار ہوگا۔

ایک اور غیر منطقی رویہ:

اس رائے کے حاملین کے ہاں ایک اور غیر منطقی بات ہوئی۔ جس نصِّ قرآنی کی بنا پر، اس طریقے کو مخالف النص اور حرام و بدعت قرار دیا، اسی قرآن سے اس کے جواز پر استدلال کیا۔ اس میں دو اصولوں کی خلاف ورزی ہوئی۔ ایک علم العقیدۃ (علمِ اصول الدین) کے اس اصول کی خلاف ورزی کہ قرآنِ مجید میں آیات کے درمیان معنوی اختلاف یا تصادم موجود نہیں ہے۔ دوسرے علمِ اصولِ فقہ کے اس قاعدے کی خلاف ورزی کہ قرآن میں کسی آیت یا آیتوں کے درمیان عبارۃ النص یا اشارۃ النص یا فحوی الکلام کا اختلاف ہو تو عبارۃ

النص کو قبول کیا جائے گا، اشارۃ النص یا فحوی الکلام کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس رائے کے قائلین قرآن کی سورہ طلاق کی دو آیتوں سے اس طرح استدلال کرتے ہیں۔ استدلال اور اس کی کمزوریاں دیکھیں:

یہ استدلال، سورہ طلاق کی پہلی اور دوسری، دو آیتوں کی دو عبارتوں پر مبنی ہے۔ یعنی 'فقد ظلم نفسہ' اور 'ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا'۔ اگر آپ ان آیتوں کا سادہ اور خالی ذہن کے ساتھ مطالعہ کریں، تو ان عبارتوں کا بالکل واضح مطلب آپ کے سامنے ہوگا۔ یہ وہ مطلب نہیں ہوگا جو اس رائے کے حاملین ان عبارتوں سے نکال رہے ہیں۔ یہ حضرات اپنے ذہن میں ایک معنیٰ لے کر (یعنی تین طلاق ذہن میں بٹھا کر) جو کہ سورہ بقرہ کی آیتِ مرتان میں مذکور ہے، سورہ طلاق کی ان عبارتوں کے مفہوم میں اسے خارج سے ڈالتے اور عبارت کے اندر پڑھتے نظر آتے ہیں۔

غور کریں، آپ پائیں گے کہ پہلی آیت (سورہ طلاق) کا مطلب بس اتنا ہے کہ اولاً: طلاق دیتے وقت، عدت کا خیال رکھو، اور عدت شروع اور ختم ہونے کا احصاء کرو، کیوں کہ عدت سے متعدد احکام وابستہ ہیں۔ اس معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ یہاں عدت کا لحاظ کرنے اور اس کا احصاء کرنے کو تقویٰ کا تقاضا کہا گیا ہے۔

ثانیًا: مطلقہ بیویوں کو گھر سے نہ نکالو، الّا یہ کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ اور وہ خود بھی اپنے گھر سے نہ نکلیں۔ یہ اللہ کے قانونی حدود ہیں۔ انہیں پھلانگنا، اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔ یہاں بیویوں کو گھر سے نکالنے کو ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس ظلم سے بچنے پر یہ امید دلائی گئی ہے کہ اس کے بعد، شاید اللہ کوئی اچھی بات رونما کردے، یعنی تراجع اور اصلاح مابین ہو جائے۔ اس پورے بیان میں محض طلاق یعنی پہلی بار کی طلاق یا دوسری بار کی طلاق کا ذکر ہو رہا ہے، جو کہ حکم میں پہلی ہی طلاق کی طرح ہوتی ہے۔ یہاں کسی تیسری طلاق کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔

سورہ طلاق کی دوسری آیت میں ہے کہ جب عدت ختم ہونے کو ہو تو امساک یا مفارقہ معروف کے ساتھ کرو، اور گواہی قائم کرلو۔ ایمان والوں کو اس کی نصیحت ہے۔ جو اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لیے کوئی بہتر مخرج پیدا کردے گا۔ یہاں بھی پہلی یا دوسری بار کی طلاق کا ذکر ہو رہا ہے۔ کسی تیسری طلاق کا دور دور تک کوئی خیال موجود نہیں ہے۔ ان ہی دو طلاقوں

کے بعد 'فامسکوھن او فارقوھن' کا فقرہ صادق آئے گا، تیسری طلاق پر نہیں۔اسی لیے اس کا ایک متوقع فائدہ بتایا گیا کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی اچھی بات پیدا کردے۔

یہاں 'ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا' کی بات اس سیاق میں کہی گئی ہے کہ معروف کے ساتھ امساک یا مفارقہ اور اشہاد ذوی عدل کے احکام پر جو عمل کرے گا اور اللہ سے ڈرے گا، تو اللہ تعالیٰ مخرج پیدا کر کے اس ضیق سے نکالے گا اور اگر تفرقہ ہی مقدر ہے، تو وہاں سے روزی دے گا جس کا اسے گمان نہیں تھا۔

غرض یہ کہ یہ حضرات سورہ بقرہ کی آیتِ مرتان کے تحت مذکور تین طلاقوں اور اس کے حکمِ تحریم کو کھینچ کر یہاں ،سورہ طلاق میں لے آئے ہیں، جیسے کہ آیتِ مرتان جس کا مقصدِ نزول ہی تین بار کی طلاقوں کے طریقے کو بتانا ہے، وہ خود اس طریقے کو سمجھانے سے قاصر ہو۔ اور اس قصور کو سورۂ طلاق کی ان آیتوں سے پورا کیا جا رہا ہو۔ اور یہ بھی کہ جیسے سورۂ طلاق کی یہ آیتیں اپنے مطلب کی ادائیگی میں سورۂ بقرہ کی آیتِ مرتان کی محتاج ہوں، جہاں سے طلاق کے ساتھ تین کا عدد اور اس سے وابستہ حکم یعنی تحریمِ مطلقہ کو حاصل کیا جا سکے۔ قرآن تو ظلم، تجاوزِ حدود اور خلافِ تقویٰ دوسری باتوں کو کہہ رہا ہے، اور یہ حضرات یک بارگی تین طلاقوں کو کہہ رہے ہیں۔ اس طرح، اس استدلال میں استقامت کا فقدان ہے اور معنوی اجزاء کا ربط نہیں بلکہ خبط ہے۔ یہ استدلال خلط اور خبط دونوں کا مرکب ہے۔ ذہن میں پیشگی ایک رائے طے کر کے پر تکلف اور پر تصنع استدلال بنایا گیا ہے۔

بیک مجلس تین طلاق کے وقوع پر قرآن سے استدلال کی کوشش:

بیک مجلس تین طلاق کے وقوع اور نفاذ پر ان حضرات کا قرآنی استدلال ان ہی کی تعبیر و اسلوب میں ملاحظہ کریں:

> 'يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاء فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْراً (الطلاق:١).

اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کو ان کی عدت پر طلاق دو اور عدت گنتے رہو، اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ ان کو ان کے گھروں سے مت نکالو، اور وہ بھی نہ نکلیں، مگر جو صریح بے حیائی کریں۔ اور یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں۔ اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے بڑھے تو اس نے اپنا برا کیا۔ اس کو خبر نہیں کہ شاید اللہ اس طلاق کے بعد نئی صورت پیدا کر دے۔

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں: 'اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ طلاق مشروع کی ہے، جس کے بعد عدت شروع ہو، تا کہ طلاق دینے والا با اختیار ہو، چاہے تو عمدہ طریقے سے بیوی کو رکھ لے یا خوب صورتی کے ساتھ چھوڑ دے۔ اور یہ اختیار اگر چہ ایک لفظ میں رجعت سے پہلے تین طلاق جمع کر دینے سے نہیں حاصل ہو سکتا، لیکن آیت کے ضمن میں دلیل موجود ہے کہ یہ طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔ اگر واقع نہ ہوتی تو وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والا نہ کہلاتا، اور نہ اس کے سامنے دروازہ بند ہوتا، جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے: **ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا (الطلاق:۲)**'۔

آگے کہتے ہیں: 'مخرج کی تفسیر ابن عباسؓ نے رجعت کی ہے۔ ایک سائل کے جواب میں، جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی تھی، آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا' اور تم نے اللہ سے خوف نہیں کیا، لہٰذا میں تمہارے لیے کوئی خلاصی کی راہ نہیں پاتا ہوں۔ تم نے اللہ کی نافرمانی کی اور تم سے تمہاری بیوی جدا ہو گئی'۔

استدلال کو مکمل ان الفاظ سے کرتے ہیں: 'اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص اپنی عورت کو تین طلاق دے دے، وہ خود پر ظلم کرنے والا ہے۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ تین طلاق سے ایک ہی واقع ہوتی ہے، تو اس کو اللہ سے ڈرنا نہیں کہا جا سکتا، جس کا حکم 'ومن یتق اللہ الخ' میں دیا گیا ہے اور جس کا التزام کرنے سے خلاصی کی سبیل پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ یہ ظالم کی سزا بن سکتی ہے، جو حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا ہے۔ تو گویا شارع نے ایک منکر بات کہنے والے پر اس کا اثر مرتب نہیں کیا، جو اس کے لیے عقوبت بنتا، جیسا کی بیوی سے ظہار کرنے والے پر بطورِ عقوبت کفارہ لازم ہوتا ہے'۔

استدلال کا خلاصہ اس طرح کرتے ہیں: 'اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تینوں طلاق نافذ کر کے طلاق دینے والے کو سزا دی ہے اور اس کے سامنے راستہ مسدود کر دیا ہے، اس لیے کہ اس نے اللہ سے خوف نہیں کیا، خود پر ظلم کیا اور اللہ کی حدود سے تجاوز کیا'۔ (منقول از مجلسِ کبارِ علماء سعودیہ کا فیصلہ)

مزعومہ قرآنی استدلال کا تجزیہ:

مذکورہ بالا عبارت کا آخری پیرا گراف دراصل، اس مزعومہ استدلال کا خلاصہ ہے۔ اسے بڑی مہارت سے مرتب کیا گیا ہے، تا کہ وہ واقعی استدلال لگ سکے۔ اس استدلال کی منطق کا جائزہ لینے کے لیے یہاں ہم اس کا تجزیہ کرتے ہیں:

۱) استدلال کا پہلا مقدمہ:

'اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص اپنی عورت کو (بیک مجلس) تین طلاق دے دے، وہ خود پر ظلم کرنے والا ہے'۔

یہ مقدمہ صغریٰ ہے۔ یہ ایک دعویٰ ہے جسے ایک مسلمہ بتا کر پیش کیا گیا ہے، حال آں کہ یہ مختلف فیہ ہے، کیوں کہ اس کی مشروعیت ثابت نہیں ہے۔ اس کی شرعیت ہی تو زیرِ بحث ہے۔ مزید برآں، 'خود پر ظلم کرنے والا' کی تعبیر استعمال کر کے قرآن کی تعبیر 'فقد ظلم نفسہ' سے بات کو جوڑنے کا تأثر دیا ہے۔ سورہ بقرہ میں '**فقد ظلم نفسه**' میں ظلم، عورت کو ضرر پہنچانے اور اس پر اعتداء کی غرض سے امساک کرنے کو کہا گیا ہے، بیک وقت تین طلاق دینے کو نہیں۔ اسی سورہ بقرہ میں آگے '**فاولئک هم الظالمون**' میں ظلم، تسریح کے وقت، عورت کے ساتھ احسان نہ کرنے اور عورت کو دیے گئے مال کو اس سے واپس لینے اور امساک کرتے وقت، معروف کا خیال نہ کرنے کو کہا گیا ہے۔ جب کہ سورہ طلاق میں '**فقد ظلم نفسه**' میں ظلم، دورانِ عدت عورت کو گھر سے نکالنے کے معنیٰ میں ہے۔ ان تینوں مواقع پر کہیں بھی ظلم، بیک وقت تین طلاق دینے کو نہیں کہا گیا ہے۔

۲) استدلال کا دوسرا مقدمہ:

الف] 'اب اگر یہ کہا جائے کہ تین طلاق سے ایک ہی واقع ہوتی ہے، تو اس کو اللہ سے ڈرنا نہیں کہا جا سکتا، جس کا حکم 'ومن یتق اللہ الخ' میں دیا گیا ہے اور جس کا التزام کرنے سے خلاصی کی سبیل پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ یہ ظالم کی سزا بن سکتی ہے، جو حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا ہے۔

ب] تو گویا شارع نے ایک منکر بات کہنے والے پر اس کا اثر مرتب نہیں کیا، جو اس کے لیے عقوبت بنتا، جیسا کی بیوی سے ظہار کرنے والے پر بطورِ عقوبت کفارہ لازم ہوتا ہے'۔

یہ مقدمہ کبریٰ ہے۔ یہ بھی محض دعویٰ ہے، اور ثابت نہیں ہے۔ یہ منصوص تو ہے ہی نہیں، استنباط کی جو کوشش کی گئی ہے، پوری طرح ناکام ہے۔ اس دعویٰ کے اثبات کے لیے، آیات کے جن اجزاء کو جوڑ کر دلیل بنایا گیا ہے، ان میں سے کسی بھی جزء کا مدلول یا سیاق تین طلاق نہیں ہے۔

مقدمہ کے شق الف میں مذکور دعویٰ کو دیکھیں تو آپ پائیں گے کہ ظلم، تجاوزِ حدود اللہ، تقویٰ کی خلاف ورزی اور کسی اچھی بات کا حدوث اور کسی مخرج کا پیدا ہونا، ان تمام باتوں کا تین طلاق کے زیرِ بحث قضیہ سے دور کا واسطہ نہیں ہے۔ تین طلاق کے ظلم ہونے کا کوئی اشارہ ان آیتوں میں نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب قرآن کے مطابق، تین طلاق دینے سے تین پڑتی ہی نہیں ہے تو اس کے ظلم ہونے یا نہ ہونے کی بات ہی کہاں سے پیدا ہوتی ہے۔

ایک جگہ ظلم، عورت کو ضرر پہنچانے اور اس پر اعتداء کی غرض سے امساک کرنے کو کہا گیا ہے (بقرہ ۲۳۱)۔ دوسری جگہ ظلم، تسریح کے وقت، عورت کے ساتھ احسان نہ کرنے اور عورت کو دئے گئے مال کو اس سے واپس لینے اور امساک کرتے وقت، معروف کا خیال نہ کرنے کو کہا گیا ہے (بقرہ ۲۲۹)۔ جب کہ تیسری جگہ ظلم، دورانِ عدت عورت کو گھر سے نکالنے کے معنیٰ میں ہے (طلاق ۱)۔

ایک جگہ تجاوزِ حدود اللہ، امساک میں معروف، اور تسریح میں احسان نہ کرنے، بیوی سے مال واپس لینے کو کہا گیا ہے (بقرہ ۲۲۹)۔ دوسری جگہ طلاق میں عدت کا خیال نہ رکھنے اور بیوی کو عدت کے دوران، گھر سے نکالنے کو کہا گیا ہے (طلاق ۱)۔

ایک جگہ تقویٰ کی خلاف ورزی، امساک و تسریح میں معروف نہ کرنے، ضرر و اعتداء کی

نیت سے امساک کرنے کو کہا گیا ہے (بقرہ ۲۳۱)۔ دوسری جگہ، طلاق کے وقت عدت کا خیال نہ رکھنے کو کہا گیا ہے (طلاق ۱)۔ تیسری جگہ، امساک اور مفارقہ میں معروف رویہ اختیار نہ کرنے اور اشہاد ذوی عدل نہ کرنے کو کہا گیا ہے (طلاق ۲)۔

اللہ کی جانب سے کسی اچھی صورتِ حال کا پیدا ہونا جیسے کہ باہم خوش گواری و سازگاری پیدا ہو جانا، اس کا تعلق مطلقہ کو گھر سے نہ نکالنے سے ہے (طلاق ۱)۔

مخرج پیدا ہونے کی امید کا تعلق، امساک اور مفارقہ میں معروف رویہ اختیار کرنے اور اشہاد ذوی عدل کرنے سے ہے (طلاق ۲)۔

مقدمہ کے شق ب میں ظہار اور اس کے کفارہ کا حوالہ اور مثال دے کر قیاسِ شَبَہ کا گمان اور تاثر پیدا کیا گیا ہے، حالانکہ زیرِ بحث مسئلۂ طلاقِ ثلاثہ اور ظہار میں کوئی مفید مطلب مشابہت نہیں ہے۔ ظہار وقت کے رائج عرف کے مطابق تحریمِ زوجہ کی ایک صورت تھی۔ مگر اس کے لیے جو لفظ و تعبیر استعمال ہوتی تھی، وہ بیوی کی معروف حیثیت کے لیے قولِ منکر اور زُور کا درجہ رکھتی تھی۔ لہٰذا مُظاہِر پر کفارہ کی شکل میں جرمانہ عائد کر کے بیوی سے مراجعت کا حق دیا گیا اور تحریم کو منسوخ کر دیا گیا۔

بیک وقت تین طلاق کے مسئلے میں، تحریمِ زوجہ کا حکم نہ عرف و عادت میں ثابت تھا اور نہ اس میں کسی قولِ منکَر کے ارتکاب کی بات ہے۔ نیز شرع نے بھی اپنے منصوص طریقے میں ضرورت کے وقت تیسری طلاق دینے کو نہ منکر مانا اور نہ ظلم قرار دے کر کوئی سزا تجویز کی۔ بلکہ خود ہی تین طلاقوں کا صحیح طریقہ مشروع کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ زیرِ بحث طریقۂ طلاق میں، طریقہ کے غلط ہونے کی وجہ سے، تحریم کا حکم ثابت ہی نہیں ہوا کہ اسے ظہار کے منکر کی طرح، ظلم اور جرم قرار دے کر کوئی سزا تجویز کی جائے۔ اگر تحریم کا حکم ثابت ہی نہیں ہوا تو سزا کس بات کی۔ اور ثابت ہی ہو جائے تو سزا والی کیا بات؟

پھر ظہار میں تو قرآن نے عرف کے حکمِ تحریم کو منسوخ کر کے شوہر کے لیے مراجعت کا موقع پیدا کیا، تا کہ رشتہ بچ سکے، خواہ کفارہ کا جرمانہ ادا کر کے ہی سہی۔ مگر یہاں اس دائمی طور پر مطلوب رشتہ کو کاٹنے اور توڑنے کے لیے ہر تنکے کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ اگر یہ قیاسِ شبہ ہے تو

مشبّہ اور مشبّہ بہ دونوں کی سمت اور قبلہ ہی الگ ہے۔

مسئلۂ ظہار میں قولِ منکر کو ظلم قرار دے کر کفارہ کو سزا ماننا، اور مسئلۂ طلاق میں بیک مجلس تین طلاق دینے کو قولِ منکر کے مشابہ قرار دے کر ظلم ماننا اور پھر کفارہ کی جگہ تحریمِ زوجہ کو بطورِ سزا تجویز کرنا: دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ ظہار میں مستعمل قول، یقیناً قولِ منکر ہے، مگر تین بار طلاق دینا، قولِ منکر نہیں ہے۔ اگر قولِ ظہار، منکر ہونے کی وجہ سے ظلم ہے تو تین طلاق کا تلفظ، منکر نہ ہونے کی وجہ سے ظلم نہیں ہوگا۔ ظہار میں قولِ منکر کے ظلم ہونے کی وجہ سے کفارہ کی سزا ہے، تو طلاق میں قولِ منکر کے نہ ہونے اور نتیجتاً ظلم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی سزا نہیں ہوگی۔ ظہار میں عرف و عادت کی رو سے تحریم تھی۔ اسے شرع نے منسوخ کیا۔ طلاق میں بھی مشروع طریقے کی رو سے امساک اور نکاحِ جدید کا موقع دے کر رشتہ کو جوڑنے کی ترغیب ہی دی گئی۔ مگر بیک مجلس تین طلاق میں اصرار ہے کہ ظہار کے برخلاف تحریم کو ثابت کیا جائے اور ملاپ کا کوئی موقع باقی نہ چھوڑا جائے۔ وہاں سزا دے کر مراجعت کا راستہ کھولا گیا۔ یہاں سزا دے کر ظلم کو دفع کرنے کے بجائے، ظلم کو مستحکم کرنے کی رائے ہے۔ آخر بیک مجلس تین طلاق کے معاملے کو ظہار پر قیاس کرنے کے لیے کیا نقطۂ اشتراک ہے؟

۳۔ استدلال کا مزعومہ نتیجہ:

'اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تینوں طلاق نافذ کر کے طلاق دینے والے کو سزا دی ہے اور اس کے سامنے راستہ مسدود کر دیا ہے، اس لیے کہ اس نے اللہ سے خوف نہیں کیا، خود پر ظلم کیا اور اللہ کی حدود سے تجاوز کیا'۔

اس مزعومہ نتیجہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ، تینوں طلاقوں کو نافذ نہ کرے اور اس کے سامنے راستہ مسدود نہ کرے، تو تین طلاق دینے والے ظالم کو سزا کیسے ملے گی؟ جب کہ تین طلاق دے کر یہ اتنا بڑا ظالم بن گیا کہ نہ اللہ سے ڈرا اور نہ حدود اللہ کا خیال کیا۔ لازم تھا کہ اسے تحریمِ زوجہ کی سزا دی جاتی۔

یہاں نتیجہ سمیت تینوں قضیوں کو جمع کر کے دیکھتے ہیں:

مقدمہ صغریٰ: تین طلاق دینے والا، اپنے اوپر ظلم کرنے والا، اللہ سے نہ ڈرنے والا اور حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا ہے۔

مقدمہ کبریٰ: اور ظلم کی سزا ہوتی ہے، جیسے ظہار میں منکر من القول کہنے پر کفارہ کی سزا دی گئی۔

نتیجہ: اسی طرح، یہاں موقع کی مناسبت سے کفارہ کی سزا کے بالمقابل، طلاقِ ثلاثہ کا نفاذ کر کے، اس کو تحریمِ زوجہ کی سزا دی گئی ہے۔

استدلال کا دل چسپ پہلو:

بیک مجلس تین طلاقوں کو نافذ قرار دینا، اس لیے لازم ہے کہ یہ ایک سزا ہے، ظہار کی سزا کی طرح، اس شخص کی جس نے ظلم کیا، حدود سے تجاوز کیا اور تقویٰ نہیں کیا۔ اگر طلاقوں کو نافذ قرار نہیں دیں گے، تو وہ ظالم، حدود سے تجاوز کرنے والا اور تقویٰ نہ کرنے والا کیسے قرار پائے گا۔ یعنی سزا اس لیے دیں گے کہ وہ ظالم ہے، اور ظالم اس لیے قرار دیں گے کہ اسے سزا دیں۔ منطق کی اصطلاح میں دلیل اور نتیجہ کے ایک دوسرے پر منحصر ہونے کی اس کیفیت کو 'دَور' کہتے ہیں۔ یہی 'دَور' یہاں لازم آ رہا ہے، جو استدلال کے غلط ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ دور کا مطلب ہے کہ دلیل اور نتیجہ ایک دوسرے کے پیچھے گھومتے اور چکر لگاتے رہیں اور پتہ ہی نہ چلے کہ دلیل کون ہے اور نتیجہ کون۔

یہاں، قرآن اس بیک مجلس طلاق ثلاثہ کو ظلم یا تجاوزِ حدود یا خلافِ تقویٰ نہیں قرار دے رہا ہے۔ یہ ساری باتیں یہ حضرات خود سے کہہ رہے ہیں۔ استدلال کا ہر جز بے ثبوت اور ایک مفروضہ ہے۔ قرآن میں مذکور طریقۂ طلاق میں جس تیسری طلاق کا حکم، تحریمِ زوجہ ہے، یہ حضرات بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ تقویٰ کے خلاف نہیں ہے، نہ حدود اللہ سے تجاوز ہے، اور نہ ظلم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بیک مجلس تین طلاق کی مشروعیت، زوجۂ مطلقہ کی تحریم کے حق میں، ثابت ہی نہیں ہے کہ اس پر ظلم، تجاوزِ حدود یا خلافِ تقویٰ ہونے کا حکم لگائیں اور سزا کے طور پر نافذ کر دیں۔

دل چسپ بات یہ بھی ہے کہ شوہر کی جانب سے سرزد، اس تین طلاق کو یہ حضرات ظلم قرار دے رہے ہیں۔ پھر بجائے اس کے کہ اسے خلافِ ضابطہ اور بے اثر قرار دے کر ظلم کو دفع کریں، اس کو نافذ مان رہے ہیں، مظلوم کو سزا دے رہے ہیں، اور خود کو ظالم نہیں قرار دے رہے ہیں۔ انہیں اس ظلم کا اندازہ ہی نہیں ہے، جس کا ارتکاب یہ خود کر رہے ہیں۔

خاتمہ:

گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ بیک مجلس تین طلاق کے مسئلے کو صحیح اور قرآنی بنیادوں پر استوار کیا جائے۔ صحیح اور قرآنی موقف صرف پہلی رائے ہے، یعنی محض ایک طلاق کا وقوع۔ سرے سے طلاق نہ پڑنا، یا تین طلاق پڑنا، یہ دونوں موقف، صحیح موقف نہیں ہیں۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ ادلۂ شرع میں قرآنِ مجید کو مرجعیتِ مطلقہ حاصل ہے۔ زیرِ بحث مسئلے میں آیتِ مرتان، مرجعِ مطلق ہے۔ کسی بھی دلیل کے صحیح ہونے کے لیے، حتّٰی کہ حدیث کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ قرآن کے موافق ہو۔ یہ فنِّ درایۃ الحدیث کا مشہور قاعدہ ہے۔

حکمت کا تقاضا بھی ہے کہ دینی مسائل میں، خصوصاً مسلم پرسنل لا کے مسائل میں مضبوط علمی موقف اپنایا جائے۔ اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے جب مسئلے کی بنیاد قرآن پر رکھی جائے۔ اس سے اسلام اور فقہاءِ اسلام کی وقعت بھی بڑھے گی اور اسلام کے دشمنوں سے لڑائی میں اللہ کی مدد بھی ساتھ ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ طلاق کے چند مسائل ہی نہیں، پورا بابِ طلاق ہی نظرِ ثانی کا محتاج ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ پوری فقہ کو فقہِ مُقارن کے اصولوں پر ترتیب دیا جانا چاہیے، تاکہ علم اور فقہ سے تحزُّب، تفرق اور تعصب کی بیماری ختم ہو، اور مسلکی فقہ کے بجائے اسلامی فقہ وجود میں آسکے، اور وہ اسلامی شریعت کی صحیح نمائندہ بن سکے۔ اور بالآخر امتِ مسلمہ کو اپنی شریعت پر کامل اطمینان کی دولت نصیب ہو۔ اور امت کی وحدتِ فکر و عمل بحال ہو سکے۔ جب کفر، بمقابلہ اسلام، ملتِ واحدہ ہے، تو اسلام کو بھی بمقابلہ کفر، ملتِ واحدہ بننا چاہیے۔

غفلت کی کسی گھڑی میں، مکاتبِ فقہ کے درمیان، عدول عن المذہب کے نام سے

ایک مسلکی قاعدہ وضع کیا گیا، اور ایک غیر علمی اور غیر شرعی رویہ کو مذھب الفقیہ، رسم المفتی اور ادب القاضی بنا دیا گیا۔ حالانکہ تمام ائمہ واساتذۂ فقہ نے اپنے تلامذہ کو یہ ہدایت کی تھی کہ اصلِ شریعت قرآن وسنت ہیں۔ استاذ وامام کی رائے اس وقت قبول کی جائے جب وہ ان کی تحقیق میں، قرآن وسنت کے موافق ہوں۔ انہوں نے اپنے کو حجت قرار نہیں دیا تھا۔ اپنے تلامذہ کی تربیت بھی ایسی ہی کی تھی، اور بعد میں بھی زمانۂ دراز تک یہ علمی فضاء قائم رہی۔ خاص طور پر فقہ حنفی میں امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زُفر رحمہم اللہ کے درمیان، اس کی عظیم مثالیں پائی جاتی ہیں۔ انہیں دیکھ کر علمِ فقہ کے طالب کو قابلِ تقلید رہنمائی اور قلبی انشراح حاصل ہوتا ہے۔

قاری سے یہ گذارش نہیں ہے کہ وہ اس مضمون میں پیش کی گئی ہر رائے کو قبول کریں۔ علم کسی گذارش سے بے نیاز ہے۔ علم کے پاس اپنی دلیل اور قوت ہوتی ہے۔ اگر اس کے پاس دلیل نہ ہو، تو وہ علم ہی کیوں ہو۔ قبول بھی دلیل سے ہو اور رد بھی دلیل سے ہو۔ گذارش اور تذکیر یہ ہے کہ اہلِ علم ہونے کی ذمہ داری ادا کیجیے۔ اپنی رائے علم وتحقیق کی بنیاد پر بنائیے، شخصی وجماعتی خیموں میں بنٹ کر علم کو مت بانٹیے۔ وَفَّقَنا اللهُ لِما يُحِبُّ ويَرضَىٰ، وهو هادی السبیل.

(ختم شد)

طریقۂ طلاق
قرآن کریم کی روشنی میں

تمنا مبین اعظمی فلاحی
ای میل: tmazmi85@gmail.com

طلاق کا مطلب بندش یا گرہ کو کھول دینے کے ہیں۔ اسلام میں یہ لفظ ازدواجی رشتے نکاح کی گرہ کو کھولنے کے ہیں۔ یعنی میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ اسلام نے اس لفظ کو برقرار رکھا۔

اسلام نکاح کے بندھن کو مضبوط، پائیدار، مودت رحمت سے بھرپور، باعث سکون اور مستحکم بنانا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شادی میں لڑکے اور لڑکی کی مرضی کو اہمیت دیتا ہے۔ زبردستی شادی کے بندھن میں باندھنے کی ناپسندیدگی وارد ہوئی ہے۔ اس پائیداری اور دوام کے لیے وہ شادی سے پہلے ہونے والی دولہن کو دیکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ رشتۂ نکاح کی اس اہمیت کے پیش نظر سارے انسانوں کے برابر ہونے کے تصور کو پھیلانے کے باوجود وہ رشتۂ نکاح میں اعتدال کی حد تک کفو کو اہمیت دیتا ہے۔ اسلام رشتۂ نکاح کو پختہ عہد و پیمان اور مضبوط ترین بندھن قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واخذن منکم میثاقا غلیظاً (النساء:۲۱)

اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔

ازدواجی بندھن کو بحسن وخوبی نبھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں پر کچھ حقوق اور ذمہ داریاں عائد کرتا ہے اور انھیں پورا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ساتھ ہی وہ اس رشتے کو خوشدلی، وسعت قلبی، غلطیوں، خطاؤں اور خامیوں کو نظرانداز کرتے ہوئے نبھانے کی تاکید کرتا ہے۔

چنانچہ اللہ کے رسولؐ نے مردوں کومخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''کوئی مومن مرد کسی مومن عورت کو دشمن نہ رکھے۔ اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہوگی تو دوسری پسند ہوگی۔''

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ مردوں کوحکم دیتا ہے کہ وہ عورتوں کی کم زوریوں کو برداشت کریں۔ زندگی میں اکثر زوجین کے درمیان اختلاف ہوتا۔ غصہ ہوتا لڑائی جھگڑا ہوتا لیکن ہر چیز کو وجہ بنا کر اس مقدس بندھن کو توڑنا اسلام کی شان کے منافی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ حسن سلوک اور محبت کا رویہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے:

''ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اُس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔'' (سورہ النساء:۱۹)

عورتوں کے ساتھ حسن وسلوک کرنے، خامیوں کو نظرانداز کرنے اور وسعت قلبی کا ثبوت دینے کے باوجود اگر عورت نافرمانی پر آمادہ ہو، بے راہ روی اختیار کر رکھا ہو تب بھی اسلام جلد بازی کرنے کا حکم نہیں دیتا ہے بلکہ مردوں کو خصوصی اختیارات دیتا ہے کہ وہ ان کے اصلاح کی گھر کے اندر ہی بھرپور کوشش کریں اور ان اختلافات کو آپس میں سلجھائیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

''اور جن عورتوں سے تمھیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ، خواب گاہوں میں اُن سے علیحدہ رہو اور مارو پھر اگر وہ تمھاری مطیع ہوجائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو، یقین رکھو کہ اوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالاتر ہے۔'' (سورہ النساء۳۴)

اس آیت میں اصلاح کا طریقہ مردوں کو بتایا گیا کہ سب سے پہلے انھیں سمجھانے، بجھانے اور صحیح غلط کا فرق بتانے کی کوشش کی جائے۔ اگر تب بھی باز نہ آئیں تو ان سے جنسی تعلق نہ رکھا جائے۔ شاید کہ وہ اصلاح کرلیں اور اگر تب بھی اطاعت پر راضی نہ ہوں تو انھیں چار و ناچار آخری صورت میں ہے جب پہلی دونوں تدبیریں ناکام ہوجائیں۔ وہ مارنا ایسا نہ ہو کہ عورت سخت جسمانی تکلیف وایذاء کا شکار ہوجائے۔ جیسا کہ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے:

''اللہ کی بندیوں کو نہ مارو۔''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں۔مسواک یا اس جیسی کسی چیز سے مارا جائے۔ حضرت قتادہؒ کہتے ہیں ایسی مار جس سے جسم میں عیب پیدا نہ ہو۔ حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے ایسی مار جس سے بدن پر نشان نہ پڑے۔

مردوں کو حسن وسلوک اور اصلاح کرنے کی تاکید کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ عورت کو بھی نصیحت کرتا ہے کہ معمولی باتوں پر طلاق لینے کے بجائے اگر کچھ حقوق سے دستبردار ہونے پر ازدواجی بندھن ٹوٹنے سے بچ سکتا ہو تو ایسا کرنے میں بیوی کو پیش قدمی کرنی چاہیے۔ ہر وقت حقوق کا مطالبہ کرنے اور شوہر کے مقابلے کھڑے ہونے کے بجائے صلح و آشتی کی کوشش کرے اور اسی مقصد کے لیے اپنے جائز حقوق کو نہ صرف چھوڑ دے بلکہ شوہر کی اگر کچھ مدد بھی کر دے تو یقیناً یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ''اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی اور بے رخی کا اندیشہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ دونوں آپس میں کسی طرح صلح کر لیں۔ صلح ہر حال میں بہتر ہے۔نفس تنگ دلی کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں۔اگر تم لوگ احسان سے پیش آؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تعالی جو کچھ تم کرتے ہو اس سے باخبر ہے۔''
> (سورہ النساء)

طلاق سے پہلے زوجین کی رنجشوں کو سلجھانے اور ان کے اختلافات کو حل کرنے کے لیے پھر اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے:

> ''اگر تمھیں میاں بیوی کے درمیان جھگڑے کا ڈر ہو تو ایک حکم مرد والوں کی طرف سے اور ایک عورت والوں کی طرف سے مقرر کرو۔ وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں تو اللہ ان کے درمیان موافقت کرا دے گا۔ بے شک اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔'' (سورہ النساء: ۳۵)

ان ساری تدبیروں کے بعد بھی اگر اختلافات ونزاع رفع نہیں ہو پا رہے ہوں۔تو طلاق کی اجازت شریعت میں ہے۔اگرچہ یہ سخت ناپسندیدہ فعل مانا گیا ہے۔رسول اکرمؐ نے فرمایا:

> ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔''

طریقۂ طلاق

سخت ناپسندیدگی کی صورت میں اسلام طلاق دینے کا راستہ کھلا رکھتا ہے اور اس کو بہت سی حکمتوں، مصلحتوں اور تدابیر سے جوڑ دیتا ہے تاکہ جلد بازی اور بنا غور وفکر کے جذبات کی رو میں بہہ کر طلاق نہ دی جائے۔ بلکہ پوری سوچ و بچار کے بعد جب نباہ کی بالکل گنجائش نہ ہو تو اسلام کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق طلاق دے دی جائے بنا ایک دوسرے کی تحقیر و تذلیل اور خامیوں اور عیبوں کی شہرت کیے ہوئے۔ طلاق کے سلسلے میں دو خاص ہدایات ملتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ حالت حیض میں طلاق نہ دی جائے۔ دوسری یہ کہ آدمی حالت طہر میں بغیر ہم بستری کے طلاق دے، اس کے پیچھے شریعت کی جو حکمت ہے وہ یہ کہ جلد بازی اور جذبات میں یہ فیصلہ نہ لیا جائے۔ کیونکہ مدت حیض میں عورتیں عموماً عام دنوں کے مقابلے زیادہ چڑ چڑی اور ایک طرح سے بیمار ہوتی ہیں تو اس صورت میں ممکن ہے کہ وہ ان سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جائے جو کہ شوہر کے غصے کی وجہ بن جائے۔ اسی طرح حالت طہر میں بنا جسمانی تعلق بنائے طلاق دینے کا حکم ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ طلاق کا فیصلہ واقعتاً سوچ و بچار کے بعد اور پوری سنجیدگی سے ہی لیا گیا ہے۔

طلاق مسنون وغیر مسنون

طلاق مسنون کا یہ معنی بالکل نہیں ہے کہ طلاق کوئی کار ثواب ہے بلکہ یہ صرف ایک مباح عمل ہے جس کو بوقت ضرورت اپنایا جا سکتا ہے۔ مسنون طلاق اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق۔ اس کی حکمتوں اور مصلحتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور بنا کسی فریق کو تکلیف پہنچائے اور حق تلفی کیے طلاق دی جاتی ہے۔ طلاق غیر مسنون یا طلاق بدعی وہ طلاق ہے جس میں قرآن و حدیث کے احکام کے مطابق طلاق نہ دی جائے بلکہ کتاب وسنت کی روگردانی کی جائے۔

طلاق مسنون کی بھی دو قسمیں ہیں۔ طلاق احسن یعنی زیادہ پسندیدہ اور طلاق حسن یعنی پسندیدہ۔

طلاق کا احسن طریقہ یہ ہے کہ حالت طہر میں ہم بستری کے بغیر صرف ایک طلاق دی جائے۔ عورت جب ماہواری سے فارغ ہوتو حالت طہر شروع ہوجاتی ہے۔ ایک بار طلاق دینے کے بعد عدت (تین حیض) پوری ہونے تک دوسری طلاق نہ دی جائے۔ جب مدت پوری ہوجائے گی تو یہ طلاق بائنہ ہوگی اور ازدواجی رشتہ منقطع ہوجائے گا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ عدت کے دوران آدمی چاہے تو رجوع کرسکتا ہے اگر رجوع نہ کرے اور عدت پوری ہوجائے تو بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔''

طلاق بائنہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ طلاق تو واقع ہوجائے گی۔ لیکن بعد میں اگر شوہر اور بیوی اس رشتے تو دوبارہ قائم کرنا چاہیں تو نئی مہر کے ساتھ بنا حلالہ کے نکاح کرسکتے ہیں۔

طلاق احسن میں حالت طہر میں بنا جسمانی تعلق قائم کیے ایک طلاق دی جائے گی۔ پھر اگر شوہر رجوع کرے تو ٹھیک ہے ورنہ دوسری اور تیسری طلاق نہ دینے کے باوجود تین حیض کی مدت گزرنے پر رشتۂ ازدواج منقطع ہوجائے گا۔ اس طریقہ طلاق کے احسن ہونے کا ثبوت صحابہ کرامؓ کے اسوہ سے ملتا ہے۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک ہی طلاق دیا کرتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابراہیم نخعی کا بیان ہے:

> ''وہ یہ پسند کرتے تھے کہ کوئی شخص عورت کو (طلاق دے تو) ایک مرتبہ طلاق دے پھر اسے چھوڑ دے (ازدواجی تعلق نہ رکھے) یہاں تک کہ اسے تین حیض آجائیں (اور عدت پوری ہوجائے)۔''

طلاق حسن

طلاق حسن یہ ہے کہ حالت طہر میں بنا جنسی تعلق قائم کیے ایک طلاق دی جائے۔ پھر دوبارہ حیض آنے کے بعد جیسا عورت پاک ہوجائے تو دوسری طلاق دی جائے۔ پھر تیسری بار حیض آنے کے بعد اگر تیسری طلاق دے دی جائے تو بیوی اس سے جدا ہوجائے گا اور تین طلاق دینے کے بعد اگر شوہر بیوی ایک دوسرے سے نکاح کرنا چاہیں تو بنا حلالہ کے یہ شادی ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الطلاق مرتن فامساک بمعروف اورتسریح باحسان۔(سورہ بقرہ ۲۲۹)

طلاق دو بار ہے۔ پھر یا تو عورت کو معروف طریقے سے رکھ لیا جائے یا بھلے طریقے سے رخصت کر دیا جائے۔

دوران حیض طلاق کا حکم

دوران حیض طلاق دینے کا طریقہ اسلام کے منافی ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ نے رسول اللہؐ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا:

> ''عبداللہ سے کہو رجعت کرے۔ اور اس عورت کو حیض سے پاک ہونے تک اپنے پاس رہنے دے۔ پھر اس کو حیض آنے دے۔ پھر جب حیض سے پاک ہو تو اب اس کو اختیار ہے چاہے اس کو رکھے چاہے طلاق دے دے اور یہی مطلب ہے اللہ کے اس قول کا کہ عورتوں کو ان کی مدت پر طلاق دو۔''

جمہور علماء کے نزدیک حیض کی حالت میں جو طلاق دی جائے وہ واقع ہو جاتی ہے لیکن علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ وہ واقع نہیں ہوگی۔ متاخرین میں امام ابن تیمیہ کی یہی رائے ہے۔ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جو طلاق دی تھی وہ شمار کی گئی تھی۔

بیک وقت تین طلاقیں دینا یا طلاق بدعی دینا قرآن و حدیث کے احکام کی صریح نافرمانی ہے۔ تو ایسی صورت میں ضروری ہو جاتا ہے کہ ان طلاق کو واقع کر دیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا اور تین طلاق کو ایک مانا جائے یا حالت حیض میں دی گئی طلاق کالعدم سمجھی جائے تو اس سے اسلامی احکامات کی نافرمانی کرنے والوں کو شہہ مل جائے گی۔ اللہ کے حدود کی نافرمانی کرنے والوں کی سزا یہ ہے کہ دنیا میں ہی انھیں خسارے اور گھاٹے کا سامنا کرنا پڑے۔ جو خود اللہ کی عطا کردہ رحمت سے فائدہ نہ اٹھانا چاہے تو ان کے لیے سارے راستے مسدود کرنے میں ہی بہتری ہے۔ طلاق کوئی ہنسی مذاق یا غیر سنجیدگی میں لیا جانے والا فیصلہ نہیں ہے بلکہ ایک ایسا قدم ہے جس کو اٹھانے سے پہلے پوری سنجیدگی سے غور و فکر کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ حلال کاموں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے سخت ناپسندیدہ طلاق ہے۔

طلاق بدعی

طلاق بدعی طلاق کا وہ طریقہ ہے جو اسلام کے مطابق نہیں ہے اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس غیر اسلامی طریقہ طلاق کو اپنانے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔ طلاق بدعی کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

۱۔حیض میں طلاق

۲۔ایک طہر میں تین طلاق دینا۔

۳۔حالت طہر میں جنسی تعلق بنانے کے بعد طلاق دینا۔

۴۔ایک ساتھ تین طلاق دینا۔

۵۔حیض کی حالت میں مجامعت کر کے طلاق دینا۔

ان سب صورتوں میں طلاق پڑ جاتی ہے۔اگر ایک دی ہے تو ایک، دو دی ہیں تو دو، اور اگر تین دی ہے تو تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں۔مگر ایسا کرنا باعث گناہ اور حرام ہے کیونکہ یہ طریقہ شریعت کی نظر میں سخت ناپسندیدہ ہے۔

بیک وقت تین طلاق دینے کا حکم

اگر کوئی شخص شرعی طریقے کے مطابق تین طہر میں بنا مجامعت کیے بنا تین طلاق دے دے تب طلاق مغلظہ واقع ہوجائے گی اور دوبارہ اس عورت سے بنا حلالہ کے نکاح نہیں ہوسکتا۔ بالکل اسی طرح اگر ایک ہی مجلس میں یا تھوڑے تھوڑے وقفے سے تین طلاق دی جائے تو یہ سخت گناہ اور حرام ہے لیکن تینوں طلاق واقع ہوجائیں گی۔

’’محمود بن عبیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کے بارے میں بتایا گیا کہ اس نے اپنی بیوی کو پوری تین طلاقیں دے دی ہیں۔اس پر آپؐ غضبناک ہوکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیلا جائے گا جب کہ میں تمھارے سامنے موجود ہوں، اس پر ایک صحابی اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ یارسول اللہ! کیا میں اس شخص کو قتل کردوں؟‘‘

ابوداؤد میں مجاہد سے روایت ہے کہ ایک شخص ابن عباسؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں

نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ (لہٰذا اس کے بارے میں آپ کیا فتویٰ دیتے ہیں) راوی حدیث کہتے ہیں کہ آپ (کچھ دیر) خاموش رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کرلیا کہ آپ اس کی بیوی کو لوٹا دیں گے۔ (مگر) آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص حماقت کر بیٹھتا ہے، پھر کہنے لگتا ہے کہ اے ابن عباس! اے ابن عباس!! (تو تم اچھی طرح کان کھول کر سن لو) اللہ نے فرما دیا ہے: ''جو شخص اللہ سے ڈرے گا تو وہ اس کے لیے بچاؤ کا کوئی راستہ نکال دے گا۔'' مگر تم اللہ سے نہیں ڈرے۔ (بلکہ اُس کی خلاف ورزی کی) لہٰذا میں تمھارے لیے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں پاتا۔ تم نے اپنے رب کی نافرمانی اور تمھاری بیوی تم سے جدا ہوگئی۔ حالانکہ اللہ نے فرمادیا ہے۔ ''یاایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوہن لعدتہن''۔

طلاق کی قسمیں

طلاق کی یہ قسمیں طلاق کے بعد رجوع کرنے کی صورتوں اور طریقوں سے متعلق ہے۔ کس قسم کی طلاق میں رجوع کی کیا کیفیت ہوگی۔

۱۔ طلاق رجعی۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دے۔ پھر عدت کے تین مہینہ پورا ہونے سے پہلے ہی اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے اور وہ رشتۂ نکاح کو برقرار رکھنا چاہے، تو وہ دوران عدت بنا دوبارہ نکاح کیے رجوع کرسکتا ہے یعنی اسے اپنی زوجیت میں لے سکتا ہے خواہ بیوی راضی ہو یا نہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الطلاق مرتن فامساک بمعروف او تسریح بالاحسان.

۲۔ طلاق بائن۔ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو ایک طہر میں ایک بار طلاق دی یا دو طہر میں دو بار طلاق دے دی۔ پھر عدت کی مدت کے اندر رجوع نہیں کیا تو اسے ایک طلاق کے بائن ایک بار طلاق دینے کی صورت میں اور دو طلاق بائن دو بار طلاق دینے کی صورت میں ہوجائے گی۔ اور بیوی اس سے جدا کر دی جائے گی۔ اب اگر وہ پھر سے اس عورت کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کرنا چاہتا ہو تو ضروری ہے کہ نئی مہر، وکیل و گواہ کے ساتھ دوبارہ نکاح ہو۔ اس میں عورت کا رضامند ہونا ضروری ہے۔ اگر مرد اپنی مرضی سے نکاح کرنا چاہے تو نہیں ہوگا۔

۳۔ طلاق مغلظہ۔ اگر مرد اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیتا ہے تو رجوع کرنے اور

نکاح کرنے کا حق ساقط ہوجائے گا تاوقتیکہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلے۔ طلاق یا بیوہ ہونے کی وجہ سے اس سے الگ ہوجائے۔تو اس صورت میں دونوں کا نکاح ہوسکتا ہے۔ارشاد باری ہے:

''اگر مرد عورت کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو وہ اس کے لیے حلال نہ ہوتی جب تک کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ اگر دوسرا شوہر اسے طلاق دے دے اور پہلا شوہر اور وہ سمجھیں کہ وہ اللہ کے حدود کو قائم رکھ سکیں تو ان کے لیے ایک دوسرے کی طرف رجوع کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہ اللہ کے قائم کردہ حدود ہیں انھیں وہ جاننے والوں کے لیے بیان کرتا ہے۔'' (البقرہ:۲۳۰)

تیسری طلاق کے بعد رجوع کرنے میں جو مشکل پیدا کردی گئی وہ خود اس قانون طلاق کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔

طلاق رجعی کی شرط یہ ہے کہ میاں بیوی جنسی تعلقات قائم کر چکے ہوں۔ ایسی عورت جو ابھی شوہر سے مل نہ پائی ہو اور اسے طلاق دے دی جائے تو یہ طلاق بائن ہوگی اور بیوی بنا عدت بتائے دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔ رجوع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عدت ختم ہونے سے پہلے ہی شوہر یا تو زبانی رجوع کرے اور اس پر گواہ بھی بنا سکتا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک گواہ بنانا مستحب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک گواہ بنانا واجب ہے۔ ان کے نزدیک رجوع صرف زبان سے کرنا صحیح ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک رجوع وطی سے بھی درست ہے جب کہ اس نے رجوع کی نیت کی ہو۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک رجوع کی نیت سے وطی درست ہے۔

حکم حلالہ

طلاق مغلظہ یعنی تین طلاقیں دینے کے بعد اگر مرد اپنی اس بیوی کو پھر سے رشتۂ نکاح میں لانا چاہتا ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس عورت کا کہیں نکاح ہو چکا ہو اور خلوت صحیحہ بھی ہو چکی ہو۔ پھر اتفاقاً اس مرد سے طلاق ہوجائے یا شوہر انتقال کرجائے تو پہلے شوہر کے لیے نکاح کر کے جائز ہوجائے گی۔ لیکن اس میں ضروری ہے کہ حلالہ سوچی سمجھی اسکیم کے

تحت نہ کرایا گیا ہو۔ ایسے حلالہ کرنے والوں پر اللہ کے رسولؐ نے لعنت بھیجی ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ دوسرے شوہر نے تمتع حاصل کرلیا ہو۔ رفاعہ بن سمون کی حدیث ہے کہ انھوں نے عہد نبوت میں اپنی بیوی تمیمہ بنت وہب کو تین طلاقیں دے دی تھیں اور انھوں نے عبدالرحمان بن زبیر سے نکاح کرلیا، لیکن عبدالرحمان ان سے صحبت نہ کرسکے اور انھیں چھوڑ دیا تو رفاعہ نے ان سے پھر نکاح کرنا چاہا، اور اس ارادے کا انھوں نے خدمت اقدس میں ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم ان سے اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتے جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے ہم بستر نہ ہوجائے۔‘‘

تین طلاق چاہے وہ سنت طریقے سے دی جائے یا بدعی طریقے سے دی جائے اس کے بعد دوبارہ اس عورت کو اپنانے میں شریعت نے جو اس قدر سختی رکھی ہے اس سے اس قدم کی سنگینی کا بھرپور احساس ہوتا ہے۔ ساتھ ہی رشتۂ نکاح اور عورت کی پاکیزگی کا خیال بھی پیدا کرتا ہے۔ رشتۂ نکاح اتنا ارزاں نہیں ہے کہ اسے بار بار توڑا جائے اور باندھا جائے اور نہ ہی عورت کوئی کمتر اور حقیر شیئ ہے کہ جب چاہا پھینک دیا اور جب چاہا اپنا لیا۔

حکم طلاق اور طریقۂ طلاق کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ اسلام ایک اعتدال کو اپنانے والا مذہب ہے۔ وہ نہ تو اتنی آسانی پیدا کرتا ہے کہ نکاح وطلاق ہنسی مذاق بن کر رہ جائے۔ نہ اتنی سختی کا طریقہ اختیار کرتا کہ نکاح کا مقصد ہی فوت ہوکر رہ جائے اور بہت سارے فتنوں کے ابھرنے کا اندیشہ پیدا ہوجائے۔ ازدواجی رشتے میں حددرجہ مشکلات پیدا ہونے کی صورت میں اسلام طلاق کا دروازہ کھلا رکھتا ہے۔ لیکن طریقہ طلاق کو بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں سے گھیر دیا ہے تاکہ جلدبازی اور غصے میں ایک خاندان بگڑنے نہ پائے۔ چنانچہ مسئلہ طلاق کو اگر اسلامی طریقے کے مطابق حل کیا جائے تو نہ تو کوئی مرد عجلت میں اپنا گھر توڑے اور نہ کسی عورت پر ظلم ہو۔ اور فریقین میں سے کوئی بھی خاندانی، سماجی، معاشی اور معاشرتی مشکلات میں مبتلا نہ ہو۔

وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی

سالم سلیم

آج اس شخص کا نہ ہونا میرے لیے کیسا نا قابل اعتبار ہوتا جا رہا ہے۔ذہن واحساس پر جمی ہوئی تقریباً تین دہائیوں پر مشتمل پرتیں آہستہ آہستہ کھلتی جا رہی ہیں۔میں سوچتا ہوں کہ میرے دادا (مولانا محمد عیسیٰ قاسمی) آج اس دنیا میں نہیں ہیں۔اچانک کئی خیال ذہن کے پردے پر ٹکرانے لگتے ہیں۔

کیا موت عین حقیقت ہے، کیا موت بھی زندگی کا کوئی کردار ہے، کیا یہ زندگی ہی موت کی پرچھائیں ہے، یا موت محض جسم کی نقل مکانی کا نام ہے۔ان سوالات کے جواب ایک سے زائد ہیں۔

میرے سامنے دادا کا بے ڈول جسم رکھا ہوا تھا اور میں ان کی موت کے معنی فراہم کرنے کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔لوگ کہتے ہیں کہ انھیں موت آگئی ہے اور ٹھیک ہی کہتے ہوں گے کہ ہم بھی تو ان کی قبر پر مٹی ڈال آئے ہیں، مگر میرے لیے ان کے ناموجود کو اپنے شعور کا حصہ کتنا مشکل ہو رہا ہے۔رات ہم نے خاک کی اس امانت کو خاک کے حوالے کر دیا، تو دادا کا نہ ہونا میرے لیے مزید نا قابل فہم ہوتا جا رہا ہے۔کسی بہت پیچیدہ کہانی کی طرح۔اگر کوئی اپنے تمام ذہنی رنگ ونور کے ساتھ ہمارے حافظے پر حکمرانی کر رہا ہے تو اس کے جسم کا معدوم ہونا کتنا بے معنیٰ ہو جاتا ہے۔میں سوچتا ہوں کہ جذبوں، امنگوں اور زندگی کی حرکتوں سے بھرا ہوا شخص کیوں کر ہمارے نسیان کا حصہ ہو سکتا ہے۔اور اگر ایسا ہے تو دراصل یہ ہمارے حافظے کی موت ہے۔

آج دادا اپنے کمرے میں نہیں ہیں اور میرے لئے ان کے ظاہر کی موت غیر متوقع نہیں تھی۔تدفین سے تھوڑی دیر قبل میں دہلی سے بلریا گنج پہنچتا ہوں، دروازے پر بہت سارے

لوگ جمع ہیں سو میں نے بھی اپنی موجودگی درج کرا دی ،مگر ذہن میں تو دادا کے ساتھ گزارے گئے لمحات کا ایک لا متناہی سلسلہ چل رہا ہے۔

کیسی ہنگامہ خیزی تھی ان کی زندگی اور شخصیت میں ۔ ہر چیز کو مکمل کر لینے کی دھن ! میں جب ان کے تصورات ، اخلاقی اقدار اور سماجی نظریات پر نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھے وہ کوئی دیو مالائی کردار نظر آتے ہیں ،مگر نہیں ! انھیں تو اسی زمین و زمانہ سے وابستگی تھی ،ایک عجیب وغریب اور دلچسپ زندگی ! ایک مکمل انسانی کردار کی شکل میں ۔

ہمارے دادا معاشرے کو اپنی اقدار پر لانا چاہتے تھے ، مجھے نہیں معلوم کہ وہ اس میں کتنا کامیاب ہوئے ،مگر یہ ضرور ہے کہ وہ تا عمر اپنی شرطوں پر جئے ۔ایک طویل مدت تک موت اپنی تمام تر عیاریوں اور بہانوں کے ساتھ ان کے بدن سے چمٹی رہی مگر اس دوران کبھی بھی زندگی کرنے کا سلیقہ کم نہیں ہوا۔اپنی بیماری کے شدید دنوں میں بھی میں نے انھیں صابر وشاکر پایا۔نہ خدا سے شکایت نہ زندگی سے کوئی گلہ۔ان کے کمرے میں چاروں طرف کتابوں کی قطاریں ہیں۔ یہ کتابیں ہزاروں پر مشتمل ہیں ۔اپنی میز اور کتابوں کی الماریوں کے درمیان کا خلا وہ علمی و ادبی گفتگوؤں سے پُر کرتے تھے۔اکثر میں نے انھیں کسی نہ کسی کتاب کے مطالعے میں غرق پایا۔میں نے اپنی زندگی میں ایسا کثیر المطالعہ شخص کم ہی دیکھا ہے ۔موضوع کوئی بھی ہو،تصوف، منطق، فلسفہ، تاریخ، مذاہبِ عالم ،ادب ، وہ بے دریغ گھنٹوں بول سکتے تھے۔میں جب دہلی سے بلریا گنج جاتا تو داغ ، امیر مینائی ، غالب ، اکبرالہ بادی وغیرہ کے شعرسن کر چہک جایا کرتے ۔کوئی نیا خیال سن کر آنکھوں میں چمک آ جایا کرتی تھی ۔الماریوں میں رکھی کتابیں اس کی شہادت دیتی ہیں ۔کوئی کتاب اٹھائیں ،اس کے حاشیے پر لگے نشانات بتاتے ہیں کہ کتاب کو اچھی طرح پڑھا گیا ہے۔

بلریا گنج اور اطراف میں جماعت اسلامی کی سرگرمیوں میں دادا کا کردار ایک الگ باب کا متقاضی ہے ۔جامعۃ الفلاح کے لیے دادا کی خدمات کا صلہ انھیں خدا دے گا (کہ وہ بھی تو اکثر یہی کہتے تھے)۔آج دادا نہیں ہیں اور میں ان کی زندگی پر غور کرتا ہوں تو سمجھ میں آتا ہے انھوں نے ایک بھر پور زندگی گزاری ۔مگر میری سماعت کو لفظوں اور حرفوں نے کبھی ایسی چوٹ نہیں پہنچائی تھی جیسی کی موت کی خبر نے ۔

اسلام میں تفریح کا تصور

آسیہ خاتون
ایم اے اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

تفریح، خوشی اور مسرت کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کیا ہے؟ غور کیا جائے تو یہ موضوع ایک عمومی انداز بھی رکھتا ہے اور ایک خاص پہلو سے ہمارے لیے اہمیت رکھتا ہے۔

سب سے پہلے ہم تفریح کے مفہوم پر غور کرتے ہیں کہ تفریح کے لغوی معنی کیا ہیں؟ تفریح دراصل عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی دل کو فرحت بخشنا، گپ شپ، ہنسی، مذاق، خوشی ومسرت اور اطمینان وغیرہ حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں۔

قدیم زمانے سے ہی لوگوں میں تفریح کا تصور پایا جاتا ہے۔ ہر قوم اپنی تہذیب وتمدن کے لحاظ سے اس کا اہتمام مختلف شکلوں میں کرتی رہی ہے، جیسے رقص، ڈرامے، موسیقی، گانے، شاعری اور مختلف طرح کے کھیل کود وغیرہ۔

موجودہ دور میں بعض مغربی ایجادات جیسے کیبل، ٹیلی ویژن، کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے تفریح کے تصور کو بہت وسیع اور رنگین بنادیا ہے۔ جن کو ذرائع ابلاغ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے ذریعہ پیش کی جانے والی فلمیں کارٹونس، فیشن شوز، گانے، کھیل کے نام پر عریانیت و فحاشی، شراب نوشی، جوئے بازی، لاٹری، فحش اپی سوڈ، مخلوط مجالس اور گرل فرینڈ/ بوائے فرینڈ وغیرہ کے تصور کو تفریح کا نام دیا گیا ہے۔ جس سے معاشرہ میں حرص وہوس، صحت واخلاق کی خرابی، ذہنی بے سکونی اور جنسی پیاس میں اضافہ ہوتا ہے۔ مغرب میں ان کو آرٹ یا فن کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اور اعلیٰ تہذیب کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ جس کا نمونہ وہ مختلف طرح کی

پارٹیوں، کرسمس ڈے، ویلنٹائن ڈے اور نئے سال کی آمد وغیرہ پر پیش کرتے ہیں۔ ان تمام چیزوں نے عوام الناس میں اخلاقی بے راہ روی، دین واخلاق سے بے زاری اور خاندانی نظام کوختم کرنے میں اہم کردار ادا کرتیں ہے۔ جس کی مثال خود مغربی معاشرے ہی میں دیکھی جاسکتی ہے۔ خود ہمارے نوجوانوں کا دین، اخلاق اور صحت وتوانائی برباد ہورہی ہے۔

اگر ہم اسلام پر غور کریں تو ہم اسے درج بالا فحش چیزوں سے الگ اور پاک پائیں گے، لیکن بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں نہ کسی تفریح کی گنجائش ہے اور نہ ہی کوئی خوشی منانے کی اجازت دی گئی ہے۔ اگر کوئی اس مذہب میں داخل ہوگیا تو اس کا کام صرف یہ ہے کہ وہ خشک زندگی گزارے اور ہر قسم کی مسرت، خوشی اور سیر وتفریح سے بالکل الگ ہوکر ایک تارک الدنیا کے طور پر زندگی بسر کرے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام صرف عبادات اور نماز، روزے کا نام ہے اور ہم نے ہ کرلیا تو اسلام پر عمل پیرا ہوگئے اور پکے مومن کہلائیں گے۔ اس کے بعد جو جی چاہے کریں، ہندوؤں کی نقل کریں، عیسائیوں کی نقل کریں، بدکردار، اباحیت پسند لوگوں کی نقل کریں۔ اور ہمیں یہ سب سیر وتفریح کے نام پر کرنے کا پورا اختیار ہے۔ یہ دونوں ہی تصور شریعت کے مزاج اور تقاضوں کے خلاف ہے اور شریعت کی تعلیم سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ اس کے لیے سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ تفریح، خوشی اور مسرت کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر کیا ہے۔

اگر تفریح اور فرحت محض قلب کی خوشی کے لیے ہو اور اللہ کی نعمت کے احساس اور اس کے فضل وکرم کے استحضار پر مبنی ہو تو وہ شرعاً مطلوب اور پسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (یونس:۵۸)

’’آپ کہہ دیجیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی سے ہے۔ تو چاہیے کہ وہ لوگ خوش ہوں۔‘‘

اسلام کا تصور تفریح قرآنی تعلیمات اور احادیث نبوی پر مبنی ہے۔ جس میں حلال وحرام، شرم وحیا اور اخلاقی پابندیوں کو اہم مقام حاصل ہے۔ زندگی کا کوئی بھی ایسا گوشہ نہیں ہے جس کے لیے واضح ہدایات نہ دی گئی ہوں۔

آ جاتا تھا وہیں آپ صحابہ کرامؓ ہنسی مذاق اور دل لگی بھی کرتے تھے۔

صحابہ کرام بھی آپس میں ہنستے کھیلتے اور دل لگی کی باتیں کرتے تھے۔ اس لیے ہنسی مذاق اور تفریح کرنا کوئی ناجائز کام نہیں ہے بشرطے کہ اسے مستقل عادت نہ بنائی جائے کہ آدمی ذمہ داریوں سے غفلت برتنے لگے اور یہ بھی مناسب نہیں کہ لوگوں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹ سے کام لیا جائے۔

جیسا کہ حدیث نبوی ہے: تباہی ہے اس شخص کے لیے جو لوگوں کو ہنسانے کے خاطر جھوٹی باتیں کرتا ہے۔ اس کے لیے تباہی ہے اس کے لیے تباہی ہے۔ (ترمذی:۵۱۳۲)

اور اسی طرح یہ بھی صحیح نہیں کہ وہ لوگوں کی قدر و منزلت اور عزت کا خیال نہ رکھے اور ان کا مذاق اڑائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ (الحجرات:۱۱)

اے ایمان والو! ایک قوم دوسرے قوم کا مذاق نہ اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہو اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں۔

اسلام کے تصور تفریح کا مقصد صرف وقت گزاری نہیں ہے بلکہ اس میں عمل، تربیتی، عسکری اور جسمانی ورزش کے مقاصد بھی شامل ہیں اور اس میں تفریح کے نام پر جھوٹ، تہمت، مبالغہ آمیزی اور دوسروں کی نقل اتارنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے ان مجلسوں میں شرکت کرنے سے بھی روکا ہے جس میں اس قدر منہمک ہو جائے کہ اسے نماز و دیگر فرائض کا پاس و لحاظ نہ رہے۔

اسی لیے اسلام نے تفریح اور کھیل میں سے صرف انہیں کی اجازت دی ہے جو جسمانی یا روحانی فوائد کے حصول میں معاون ثابت ہوں۔ جو محض تضیع اوقات کا ذریعہ ہو، فکر آخرت سے غافل کرنے والا نہ ہو، دوسروں کے ساتھ دھوکہ اور فریب پر مبنی نہ ہو۔ اسلام میں ان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام نے تفریح کو بعض حدود وشرائط کے ساتھ جائز بلکہ مستحسن قرار دیاہےاوراس کے وہ آداب بتادیے ہیں جوانسانوں کی فلاح اور بہبود کے ضامن ہوں۔تفریح میں ان حدود سے تجاوز کرنے سے منع کیاہے جو دینی، اخلاقی، معاشرتی اور معاشی اعتبار سے انسانوں کے لیےنقصان دہ ہوں۔تفریح اورکھیل کود میں ان باتوں کا پاس ولحاظ رکھنا چاہیے۔

گزارش

حیات نوکوڈاک کے نظام کےتحت لانے کی کوشش جاری ہے۔ان شاءاللہ اس بات کی پوری کوشش کی جارہی ہے کہ آپ کووقت پراور پابندی کےساتھ پرچہ موصول ہو۔

مجلّہ اس وقت شدید خسارے میں ہے۔آپ خودبھی اس کے سالانہ خریدار بنیں اور دیگراحباب کوبھی اس جانب متوجہ کریں۔

قانونی رکاوٹوں کی وجہ سے حیات نو کا کوئی بینک اکاؤنٹ نہیں ہے۔فی الحال درج ذیل اکاؤنٹ میں اپنا سالانہ خریداری تعاون جمع کرکے درج ذیل واٹس اپ نمبر پرمکمل تفصیلات کی اطلاع دینے کی زحمت کریں۔ان شاءاللہ رسید ای میل یا واٹس اپ کے ذریعہ آپ تک پہنچادی جائے گی۔اکاؤنٹ کی تفصیل درج ذیل ہے:

Name:Abdul Hakim Mojahid
Bank: Union Bank of India
A.C No:584502010009509
IFSC:UBIN0558451
Branch:Jamia Nagar

مزیدمعلومات کے لیے درج ذیل ای میل اورموبائل نمبر پر رابطہ کریں:

ای میل:jareedahayatenau@gmail.com

موبائل:9015958467۔8010803147

[ادارہ]

حیات نو کے محسن

عبد الحاکم مجاهد، منیجر حیاتِ نو
abdulhakimmujahid1@gmail.com

ایوب خان صاحب کا وطن رام پور یوپی ہے۔گورے چٹے ،لمبا تڑنگا قد وقامت ہے۔چہرے پر مسکراہٹ بکھری ہوئی رہتی ہے۔ رام پوری ٹوپی ان کے سر پر ہمیشہ سجی رہتی ہے۔ جماعت اسلامی ہند کے قدیم رکن ہیں۔ چھ سات ماہ قبل راقم اور سابق مدیر حیات نو برادر ابوالاعلیٰ سید سبحانی مرکز جماعت اسلامی ہند کے استقبالیہ پر حیات نو کے سلسلے میں کچھ بات چیت کررہے تھے اورایوب خاں صاحب برابر میں بیٹھے حیات نو کا مطالعہ کر چکے تھے اور ہماری گفتگوسن رہے تھے۔ ہماری گفتگو سے انہوں نے اندازہ لگایا کہ ہم لوگ حیات نو کے ذمہ دار ہیں۔ہماری بات چیت ختم ہونے کے بعد انہوں نے بتایا کہ حیات نو جہاں کہیں دیکھتا ہوں،شوق سے پڑھتا ہوں،لیکن میں اس کو حاصل نہیں کر پا رہا ہوں۔ہم سے گزارش کی کہ مجھے حیات نو کا خریدار بنالیں۔ہم نے ان سے رقم لے کر مدیر مسئول جناب سید راشد حامدی صاحب کے حوالہ کردیا۔ اس کے بعدان سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ ہر ملاقات میں میں نے ان سے حیات نو کی ترسیل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: ’’پرچہ تو پہنچ رہاہے،لیکن بہت تاخیر سے ملتاہے۔‘‘میں نے ہر مرتبہ ان کو بتایا کہ حیات نوایک ماہ تاخیر سے شائع ہورہا ہے ۔جس کی وجہ سے آپ کو پرچہ وقت پر موصول نہیں ہوپارہاہے۔ اس جواب سے ان کوکسی حدتک تسلی ہوئی۔

دہلی میں میری ان سے کئی ملاقاتیں ہوئیں،لیکن کبھی اپنا تعارف نہیں کراسکا۔آج پونہ

سے ان کی واپسی ہوئی تھی۔ مرکز جماعت اسلامی ہند میں کچھ ذمہ داران حضرات سے ملاقات کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی تو وہ مرکز جماعت اسلامی ہند کے استقبالیہ پر اکیلے بیٹھے ہوئے اخبار وغیرہ دیکھ رہے تھے۔ میں نے موقع کو غنیمت جانا اور ان سے علیک سلیک کے بعد اپنا تعارف کرایا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ ازدواجی زندگی کے بارے میں انہوں نے بہت تفصیل سے خیر خیریت دریافت کی اور بہت دیر تک مجھے، میری دونوں بچیوں اور اہلیہ محترمہ کو دعائیں دیتے رہے۔ وہ بہت خوش تھے کہ جماعت اسلامی کے ارکان کے بچے بھی تحریک اسلامی کے تعاون میں لگے ہوئے ہیں۔ انہوں نے رامپور کے کئی برادران کے نام لے لے کر بتایا کہ فلاں یہ خدمت انجام دے رہا ہے اور فلاں بچہ تحریک کی یہ خدمت انجام دے رہا ہے۔

بچپن میں مَیں بارہا ان سے اونچی مسجد گھیر سیف الدین خاں رامپور میں مل چکا تھا۔ ایک لمبے عرصہ سے جماعت اسلامی ہند رامپور کا ہفتہ وار اجتماع اسی مسجد میں ہوتا آرہا ہے۔ میری عمر جب دس بارہ سال رہی ہوگی تو ابو مجھے بھی اپنے ساتھ اس پروگرام میں شرکت کے لیے اکثر لے جاتے تھے۔ تقریباً تمام ہی ارکان مجھے پہچانتے تھے اور جو نہیں پہچانتے تھے پروگرام کے بعد ابو اپنے دوستوں سے میرا تعارف کراتے۔ میری شرکت صرف اجتماع عام میں رہتی تھی۔ پانچ دس منٹ کے وقفہ کے بعد ارکان کا خصوصی اجتماع شروع ہوتا تو ابو مجھے درس گاہ اسلامی رامپور کے بورڈنگ ہاؤس بھیج دیتے کہ جاؤ بیٹے اپنے ساتھیوں میں کھیلو کودو، میں ایک گھنٹہ بعد آپ کو لینے آجاؤں گا۔

تقریباً پندرہ منٹ کی گفتگو کے بعد جب ہم دونوں جدا ہونے لگے تو انہوں نے کہا کہ حیات نو میں تو آپ کا نام اور موبائل نمبر وغیرہ ہوگا، میں اسی کے ذریعہ آپ سے بات چیت کرتا رہا کروں گا۔ میں نے ان کو بتایا کہ کچھ قانونی رکاوٹوں کی وجہ سے حیات نو پر ابھی میرا نام نہیں آسکا ہے۔ البتہ بغیر نام کے واٹس اپ نمبر موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں واٹس اپ وغیرہ تو نہیں جانتا ہوں اسی کے برابر میں اپنا نمبر مجھے لکھ کر دے دیجیے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن پرچہ ان کے ہاتھ میں تھمانے کے بعد میں نے ان سے کہا کہ ماہ اپریل ۲۰۱۹ء کا شمارہ

آپ کے نام پرڈاک کے حوالہ کیا جا چکا ہے، ان شاء اللہ چار پانچ روز میں آپ کو پرچہ موصول ہو جائے گا۔انہوں نے پرچہ فوراً ہاتھ سے نیچے رکھا اور اپنا خوبصورت پرس (جو غالبًا پانچ سو کے پرانے نوٹوں کو چپکا کر تیار کیا گیا تھا) نکال کر دو سو روپے کا نوٹ میرے ہاتھ میں تھماتے ہوئے بولے اس میں سے تیس روپے کاٹ لیں۔

میرے لیے مشکل اس وقت یہ پیش آئی کہ میری جیب میں ان کو واپس کرنے کے لیے صرف ایک سو تیس روپے تھے جب کہ ان کو واپس ایک سو ستر روپے کرنے تھے۔اس لیے میں نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے خریدار ہیں ایک پرچہ ہماری انجمن کی جانب سے ہدیتاً رکھ لیں۔لیکن وہ راضی نہیں ہوئے اور کہنے لگے کہ پرچے کے بے شمار اخراجات ہوتے ہیں مَیں اس کو فری میں کیسے لے سکتا ہوں؟ اور پیسے ٹوٹے کرانے کے لیے مرکز کے باہر جانے لگے۔تبھی ان کی نظر مرکز استقبالیہ پر بیٹھے کارکن برادر ابوسعد صاحب پر پڑی۔ان سے انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے بہت سارے مسائل حل کر دیتے ہیں ایک یہ بھی مسئلہ حل کر دیں۔ انہوں نے معذرت کی، لیکن کہا کہ میں آپ کو سو سو کے دو نوٹ دے سکتا ہوں۔محترم ایوب خاں صاحب نے سو سو کے دو نوٹ لے کر ایک نوٹ میرے حوالے کیا اور ایک خود رکھتے ہوئے بولے کہ اس میں سے تیس روپے اس شمارہ کا کاٹ لیں اور کچھ پیسے بچوں کو چیزیں کھانے کے لیے بھی تو ہونے چاہیے۔میں نے بہت ضد کر کے اپنی جیب میں رکھے تیس روپے مزید ان کے حوالے کیا۔اور ان کے رخصت ہونے کے بعد ان کے نام پر ستر روپے کی رسید بنا دی۔

انہوں نے بتایا کہ مجھے بھولنے کا عارضہ لاحق ہے ،ایک دو ماہ سے اس کا علاج چل رہا ہے، کچھ افاقہ ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ انہیں جلد شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ آمین۔ رخصت ہوتے ہوتے انہوں نے بہت تاکید سے کہا کہ جب میرا سالانہ چندہ ختم ہو جائے تو میرا پرچہ کسی صورت میں مت روکیے گا بلکہ مجھ سے رابطہ کر کے اس کی اطلاع دیجیے گا، جو بھی صورت بنے گی میں ان شاء اللہ سالانہ خریداری رقم آپ کو ارسال کرنے کی کوشش کروں گا۔

اس پوری تفصیل کو تحریر کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ حیات نو تحریکی اور

علمی حلقوں میں شوق سے پڑھا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ سابق مدیر حیات نو برادر ابوالاعلی سید سبحانی کے علم میں ایسے کئی واقعات ہوں گے جن سے ہمیں تحریک مل سکتی ہے۔ ہم فلاحی برادران کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہم اپنی حد تک جو بھی اس کی ترقی کے لیے کوشش کر سکتے ہیں، وہ انجام دیں۔

حیات نو کو بہتر سے بہتر شکل میں پیش کرنے کی پوری کوشش کی جاتی ہے لیکن اس وقت اس کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ مالی دشواری کا ہے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ اگر نصف فلاحی برادران (تقریباً پندرہ سو ۱۵۰۰) بھی اگر اس کے سالانہ خریدار بن جائیں تو اس کو مالی تنگی سے نکالا اور اس کی تعداد اشاعت بڑھائی جا سکتی ہے اور تمام فلاحی برادران تک اس کی ترسیل کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔

مظہر سید عالم کا سانحۂ وفات

شمشاد حسین فلاحی، ایڈیٹر ماہنامہ حجاب

دور اول کے فلاحی جناب مظہر سید عالم صاحب کا ۱۵۔۱۶ کی درمیانی شب میں ۱۱ بجے رات انتقال ہوگیا۔ان کی تدفین دوشنبہ روز صبح نو بجے جامعہ نگر ابوالفضل انکلیو کے قبرستان میں انجام پائی۔نماز جنازہ جناب مولانا محمد یوسف اصلاحی صاحب نے پڑھائی جو رشتہ میں ان کے خسر ہوتے ہیں۔ جنازہ میں ان کے سسرالی رشتہ داروں کے علاوہ فلاحی برادران اور جماعت اسلامی ہند کے وابستگان شریک ہوئے۔ جبکہ ان کے خاندان کے افراد میں سے جو لوگ جمشید پور سے آسکے وہ بھی شریک تھے۔

مظہر سید عالم صاحب پانچویں بیچ کے فارغ تھے۔ فراغت کے بعد صحافتی تربیت کی غرض سے رامپور آئے اور جناب عبدالحی صاحب جو ادارہ الحسنات سے کئی رسائل نکالتے تھے کے ساتھ کام کیا۔ زندگی کا زیادہ تر حصہ ملازمت کے لیے سعودی عرب میں گزارا۔ ان کے استاد مولانا عنایت اللہ سبحانی کے مطابق وہ نوجوانی کی عمر سے ہی نہایت نیک دل، خداترس اور اللہ سے ڈرنے والے اور اس سے مغفرت طلب کرنے میں بہت آگے رہنے والے تھے۔ ان کی یہ کیفیت آخری عمر تک قائم رہی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت میں اعلیٰ درجات عطا کرے۔

مظہر سید عالم صاحب جمشید پور بہار کے رہنے والے تھے جو اب جھارکھنڈ میں آتا ہے۔ وہ جامعۃ الفلاح میں اپنے قیام کے دوران ایک ذہین، باشعور اور نیک دل طالب علم کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ان کی کئی کتابیں بھی ہیں جن میں ترجمہ و تالیف دونوں

ہیں۔ اردو میں ان کی کتاب حکایات عزیمت کافی مشہور ہے۔ اور نوعمروں کی ذہنی وفکری تربیت میں معاون ہے۔اس کتاب میں انہوں نے اسلاف صالحین کے وہ واقعات درج کیے ہیں جو راہ عزیمت کے راہیوں کو پیش آ سکتے ہیں اور عزم وایمان کو جلا بخشتے ہیں۔

مرحوم مظہر سید عالم صاحب کے پسماندگان میں ایک فرزند ہاشم سید عالم ہیں جو اس وقت روزگار کے سلسلے میں ہالینڈ میں مقیم ہیں ان کے علاوہ تین بیٹیاں اور ان کی بیوہ ہیں۔اللہ تعالی ان تمام کو صبر جمیل سے نوازے۔

وہ پچھلے ڈھائی سال سے کینسر کے موذی مرض میں مبتلا تھے۔ دوران علاج ڈاکٹروں نے انہیں کینسر فری کا سٹیفکیٹ بھی دے دیا تھا مگر پچھلے چھ آٹھ ماہ کے دوران مرض دوبارہ حملہ آور ہوا اور بالآخر مرض الموت ثابت ہوا۔

حمد

رکھتا ہے یہ تمنا دل میں غلام تیرا
وردِ زباں ہو اس کے ہر لمحہ نام تیرا

کیڑے کو رزق تو ہی سیپی میں دے رہا ہے
روزی ہر اک کو دینا مالک ہے کام تیرا

مرضی تری نہ ہو تو پتہ بھی ہل نہ پائے
دیکھا ہے اس جہاں میں سب نے نظام تیرا

انسان ڈھونڈتا ہے در در پہ جاکے تجھ کو
حالاں کہ ہے دلوں میں مولا قیام تیرا

تیری برابری کی کوشش جو کی کسی نے
برباد کرکے چھوڑا وہ ہے مقام تیرا

میں بھی اسی نبی کا ادنیٰ سا امتی ہوں
عرش بریں سے پہنچا جس کو سلام تیرا

تونے جو حمد گوئی کی ہے ضمیرؔ سن لے
بے شک جہاں میں ہوگا اک دن مقام تیرا

(**ضمیر اعظمی**، نئی دہلی)

نظم

نہ اسیر گنبد شاہ کا نہ فقیر حسن نگاہ کا
نہ حریص تاج و کلاہ کا نہ مرید دولت و جاہ کا
نہ سکندری سے کوئی غرض نہ مریض خوف سپاہ کا
نہ مفکروں میں شمار کر نہ مناظروں میں تلاش کر
جو ڈٹے ہوئے ہیں محاذ پر مجھے ان صفوں میں تلاش کر

ابھی شوق ہے میرا نا رسا، ابھی نیم رس میرا میکدہ
یہ حنین و بدر کے راستے ' کہیں تشنگی کہیں کربلا
میرا سر گرے، تیری راہ میں یہی آرزو یہی التجا
وہ جو شب سے برسرِ جنگ ہیں انھیں جگنوؤں میں تلاش کر
جو ڈٹے ہوئے ہیں محاذ پر مجھے ان صفوں میں تلاش کر

میرے راستوں میں قدم قدم جو لہو کے نقش و نگار ہیں
تری چاہ ہیں ، ترا شوق ہیں، ترا عشق ہیں، ترا پیار ہیں
مجھے خوف طولِ سفر نہیں، کہاں منزلیں کہاں دار ہیں
کبھی خیبروں میں تلاش کر کبھی حیدروں میں تلاش کر
جو ڈٹے ہوئے ہیں محاذ پر مجھے ان صفوں میں تلاش کر

جو فصیلِ شہر پہ جھلملا تی سی روشنی کا ظہور ہے
ترے جگنوؤں کا طفیل ہے مری بے خودی کا ظہور ہے

ترے کج کلاہوں کے سامنے مری کجروی کاظہور ہے
وہ جوکٹ مریں ترے نام پر انھیں بےخودوں تلاش کر
جو ڈٹے ہوئے ہیں محاذ پر مجھے ان صفوں میں تلاش کر

تیری جستجو، تیری آرزو، تیری بندگی، میری آبرو
میں حقیر قطرۂ آب جو تو ہی یم بیم تو ہی جو بجو
ہے پیام تیرا ہی کوبکو ہے نظام تیرا ہی چار سو
مجھے مثل نکہت گل کہیں تیری خوشبوؤں میں تلاش کر
جو ڈٹے ہوئے ہیں محاذ پر مجھے ان صفوں میں تلاش کر

نہ شفق میں ہے کوئی سرگی نہ گلوں میں ہے کوئی تازگی
یہ جلے جلے کہیں آشیاں یہ بجھی بجھی کہیں روشنی
کہ حدی کی لے، ذرا تیز کر کہیں سو نہ جائے ضمیر بھی
وہ پرند نغمہ سرا ہوئے وہ نقاب روئے سحر اٹھی
وہ نقاب روئے سحر اٹھی میرے آبلوں میں تلاش کر
جو ڈٹے ہوئے ہیں محاذ پر مجھے ان صفوں میں تلاش کر

اسے عزمِ قلبِ صہیب دے اسے سوزِ روح بلال دے
وہ یقین دے وہ کمال دےوہ عزیمتوں کی مثال دے
جو فراز دار ہو سامنے تو ہجوم شوقِ وصال دے
میں ہوں تیرا بزمیِ ناتواں ترے مجرموں میں تلاش کر
جو ڈٹے ہوئے ہیں محاذ پر مجھے ان صفوں میں تلاش کر

سرفراز بزمی،سوائی مادھوپور (راجستھان)

خوش خبری

انشاءاللہ جریدہ حیات نو کی اگلی خاص اشاعت (اگست ۲۰۱۹) کا عنوان:

'مدارس اسلامیہ کا نظام تربیت' ہوگا۔

انشاءاللہ یہ خصوصی شمارہ ''غیر نصابی'' سرگرمیوں کا احاطہ کرے گا۔تمام فارغین کے لیے حیات نو کے صفحات حاضر ہیں۔ذیل میں چندعناوین پیش کئے جاتے ہیں۔ان کے علاوہ پر بھی تحریریں ارسال کی جاسکتی ہیں۔

۱-فارغین مدارس کی غیر تدریسی خدمات،مشاہدو تجربات کی روشنی میں۔

۲-صحبت صالح: استاذ وطالب علم کا تعلق ، کلاس اور دارالاقامۃ کی زندگی ،مطبخ اور کھیل کا میدان۔

۳-لائبری کلچر کا فروغ ، ریڈنگ ہال ، کاؤنسلنگ ،گروپ ڈسکشن۔

۴-کیمپس میں اسپورٹس پروگرام،قومی رصوبائی رضلعی پروگرام میں شرکت کے مواقع اور کوچ کا انتظام۔

۵-جمیعۃ الطلبہ کی فنڈنگ، ہندی، اردو، انگریزی اور عربی زبانوں میں تقریری اور تحریری مسابقوں کی حوصلہ افزائی، بین المدارس مسابقے اور تعلیمی زیارت واسفار۔

۶-ورک شاپس کا انعقاد اور ان میں عملی مظاہرے مثلا خطبات جمعہ وعیدین ،قرآت وتجوید، خطبہ نکاح،کسوف وخسوف اور صلاۃ خوف کی مشقیں۔

۷-برج کورسز اور فاصلاتی نظام تعلیم کے تجربات۔(علی گڑھ ، حیدرآباد وغیرہ کے تجربات کی روشنی میں)

۸-تصنیف،تحقیق ،تحشیہ نگاری اور ترجمہ وترجمانی۔

۹-دروس قرآن وحدیث، خطبہ جمعہ وعیدین،علمی خطابات اور دعوتی ملاقاتیں۔

۱۰-دینی جماعتوں کے اکابرین، دفاتر اور NGO کے ساتھ طلبہ وطالبات کا تعامل۔

۱۱-حکومتی اسکیموں اور وظائف سے استفادہ کی شکلیں۔

تعارف وتبصرہ

کتاب: **نقوش سیرت نبویؐ**

مرتب: پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی

صفحات: ۱۹۲

قیمت: ۲۲۰/روپے

ناشر: اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی۔

تبصرہ: **محمد اسعد فلاحی** (معاون مدیر حیاتِ نو)

دنیا کی تاریخ میں سب سے زیادہ لکھا جانے والا موضوع سیرت نبویؐ ہے۔ اس پر لاکھوں لوگوں نے اپنی تحریری جولانیاں دکھائی ہیں۔ ان میں دنیا کے ہر خطہ، ہر مذہب، ہر ملک اور ہر زبان کے لوگ شامل ہیں۔ گزشتہ چودہ صدیوں میں سیرتِ نبویؐ پر مختلف زبانوں میں بے شمار کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اور انشاء اللہ تا قیامت اس کا سلسلہ جاری رہے گا اور کیوں نہ ہو، سیرت نبویؐ، انسانوں کے لیے ایک کامل اور سدا بہار نمونہ ہے۔ آپؐ نے اپنی عملی زندگی سے انسانی زندگی کے ہر گوشے میں رہ نمائی کی ہے۔

زیر نظر کتاب 'نقوش سیرت نبویؐ' کے مصنف ہندوستان کے معروف اسکالر پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی ہیں۔ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے، بلکہ فاضل مصنف نے ملک و بیرون ملک میں منعقدہ مختلف سمیناروں اور کانفرنسوں میں سیرت رسولؐ کے بعض گوشوں پر پیش کردہ مقالات کو افادۂ عام کی غرض سے مرتب کر کے تصنیف کی شکل دے دی ہے۔

اس کتاب میں سات (۷) مقالات شامل ہیں۔ ان میں بالخصوص معاشی اور معاشرتی

زندگی میں اسوۂ نبویؐ اور سیرت میں حقوق انسانی کی اہمیت جیسے موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ابتدائی دو(۲) ابواب میں علم کو موضوع بنایا گیا ہے اور علم کی اہمیت، جامعیت اور ضرورت و افادیت پر گفتگو کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ نفع بخش علوم سیکھنے کی طرف ترغیب دی گئی ہے اور غیر نافع علوم سے احتراز کا مشورہ دیا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے علم کا نفع بخش ہونا اس پر منحصر ہے کہ وہ کس حد تک اپنے مقاصد کو پورا کر رہا ہے۔ (ص۲۲) عہد نبویؐ میں رائج نظام تعلیم کا بھی تفصیل سے تعارف کرایا گیا ہے۔

اگلے دو ابواب (سوم و چہارم) معاشرت سے متعلق ہیں۔ ان میں اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت کی روشنی میں آدابِ معاشرت کا بیان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا رہن سہن، آپ کا لوگوں کے ساتھ برتاؤ، صحابہ سے تعلقات و معاملات اور آپؐ کی روز مرہ کی زندگی کو صحیح احادیث کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ خانگی اور معاشرتی زندگی میں اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت مبارکہ سے جو رہ نمائی ملتی ہے اس کا بھی خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

پانچویں باب میں مصنف نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے معاشی پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے۔ آپؐ کی معاشی مصروفیات کیا تھیں؟ تجارت میں لوگوں کے ساتھ آپؐ کے معاملات کیسے تھے؟ لین دین میں کن باتوں کو ملحوظ رکھنا چاہیے؟ اور عصر حاضر کے معاشی مسائل کو آپؐ کی حیاتِ طیّبہ کی روشنی میں کیسے حل کیا جا سکتا ہے؟ ان تمام پہلوؤں پر فاضل مصنف نے اسوۂ نبویؐ کی روشنی میں مدلل بحث کی ہے۔

چھٹا باب 'خطبۂ حجۃ الوداع' کے موضوع پر ہے۔ یہ کتاب کا سب سے اہم اور قیمتی باب ہے۔ اس میں مصنف نے دلائل کے ساتھ یہ واضح کیا ہے کہ خطبۂ حجۃ الوداع اصلاً حقوق انسانی کا عالمی منشور ہے۔ کوئی دوسرا منشور یا دستور اس سے بڑھ کر انسانی حقوق کو تحفظ دینے والا اور انسان کو عزت و احترام کے مقام پر فائز کرنے والا نہیں ہے۔ (ص۱۵۵)

کتاب کا آخری اور ساتواں باب 'اوراق سیرت' کے تجزیاتی مطالعہ پر مشتمل ہے۔ یہ

کتاب معروف عالم دین مولانا سید جلال الدین عمری کی بیش قیمت تصنیف ہے۔ فاضل مصنف نے اس کتاب کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ کس طرح یہ کتاب سیرت کے موضوع پر ایک نایاب تصنیف ہے، جسے روایتی انداز میں تالیف نہیں کیا گیا، بلکہ مختلف اوقات میں لکھے گئے مضامین کو اس سلیقہ سے مرتب کیا گیا ہے کہ ایک مستقل اور مربوط تالیف بن گئی ہے۔ (ص ۱۵۸)

کتاب میں حسب ضرورت ذیلی عناوین قائم کیے گئے ہیں، جس سے قاری کو دوران مطالعہ کسی بات کو سمجھنے میں دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ زبان سلیس استعمال کی گئی ہے اور بھاری بھرکم الفاظ اور جملوں کے استعمال سے گریز کیا گیا ہے، جس نے کتاب کی خوب صورتی میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ ہر باب کے آخر میں حواشی درج ہیں۔ فاضل مصنف نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے، آخر میں کتابیات کے تحت ان کی فہرست درج کر دی ہے۔

سیرت کے ذخیرے میں یہ کتاب ایک اہم اضافہ اور سیرت رسولﷺ کے ممتاز پہلوؤں، خاص طور پر آپؐ کی معاشی، معاشرتی اور سماجی زندگی کا ایک حسین گل دستہ ہے۔ امید ہے، علمی حلقوں میں اسے قبول عام حاصل ہوگا اور اس سے استفادہ کیا جائے گا۔

☆☆☆

کتاب: **ایک محبت سو(۱۰۰) افسانے کا تنقیدی جائزہ**

مصنف: اشفاق احمد

صفحات: ۷۹۰

قیمت:

اشاعت: ۱۹۸۸ء

ملنے کا پتہ: سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، پاکستان

مبصر: **قاضی عدنان فلاحی**، ایم فل

اشفاق احمد ایک ادیب، ڈرامہنگار، افسانہ نگار، تجزیہ نگار اور سفر نامہ نگار کی حیثیت سے

ایک عظیم مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ادبی زندگی کی ابتدا سے ہی شہرت کی بلندیوں کو چھوا اوران کے اندر موجود داستان گو نے ایک خوبصورت کہانی نگار کا روپ دھار کر اردو ادب کے خزانے کو مالا مال کیا۔ اور یوں ایک افسانہ نگار اور ڈرامہ نگار کے طور پر ادب میں اپنا لوہا منوایا۔

ڈرامہ نگاری کے حوالے سے انہوں نے ایک محبت سو ڈرامے پھول والوں کی سیر اور من چلے کا سودا جیسے ڈرامے تخلیق کیے اور یوں برصغیر میں پہلی مرتبہ آرٹ ڈراموں کی بنیاد رکھی۔ اور اپنے ڈراموں میں تصوف اور مابعدالطبیعاتی موضوعات اور عناصر کو جگہ دی۔

فن افسانہ نگاری کے تمام اصولوں کو بروائے کار لاتے ہوئے فن اور موضوع کے امتزاج سے افسانے کی صنف میں ندرت اور خوبصورتی پیدا کی اور یوں ایک بہت بڑے افسانہ نگار کے روپ میں ابھرے۔ ان کا پہلا مجموعہ ایک محبت سو افسانے ابتدائی کاوش ہونے کے باوجود منفرد اور خوب صورت افسانوں کا دلکش مرقع ہے۔ جس میں موضوعات کا تنوع اور فن کی دلکشی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔

فنی حوالے سے دیکھا جائے تو زیر بحث مجموعہ اپنی مثال آپ ہے۔ اشفاق احمد نے کردار نگاری کے حوالے سے تمام تر فنی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے خوب صورت اور منفرد کردار تخلیق کیے ہیں۔ یہ کردار محبت کے حوالے سے خاص المیوں کا شکار نظر آتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ انہوں نے تمام کرداروں کا ذہنی اور نفسیاتی تجزیہ بھی کر دکھایا ہے۔ انہوں نے فہیم ،بابا،امی، زمان،شقو، حامد، لیکھا، خجستہ، ایلن، بیٹرس وغیرہ جیسے کرداروں کے ذریعہ اردو ادب کو نوازا۔ اشفاق احمد کے زیادہ تر افسانے بیانیہ ہیں لیکن ان میں مکالمہ نگاری کے خوبصورت نمونے جابجا نظر آتے ہیں اشفاق احمد کا مکالمہ اعلی اور مضبوط ہے اور یہی مکالمہ ان کے ہاں آگے چل کر شہرآفاق ڈراموں کی تخلیق کا سبب بنا۔ مجموعے کے افسانوں میں موجود مکالمے کرداروں کی ذہنی اور نفسیاتی اور جسمانی کیفیات کی مکمل عکاسی کرتے ہیں۔

منظر نگاری کے حوالے سے ایک محبت سو افسانے کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ان افسانوں میں موجود منظر نگاری کے کرشمے ان کی فنی باریک بینی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان کے زیادہ تر افسانوں کی ابتداء ایک خوبصورت منظر سے ہوتی

ہے۔ یوں قاری ابتداء ہی سے خود کو افسانے کا ایک حصہ تصور کرنے لگتا ہے اور افسانہ ایک جیتی جاگتی تصویر کی صورت میں قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں فسادات اور دیہات کے مناظر کو خوبصورتی سے الفاظ کے پیرائے میں سمویا ہے۔ فہیم، بابا، تو تا کہانی، مسکن وغیرہ منظر کشی کے حوالے سے بہترن افسانے ہیں۔

جہاں تک پلاٹ کا تعلق ہے تو اشفاق احمد نے پلاٹ کی بنیادی ضرورتوں کو مدنظر رکھا ہے۔ یوں افسانوں میں موجود تمام واقعات مربوط اور ایک دوسرے کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں کہیں بھی کوئی خلاء محسوس نہیں ہوتا۔ کہانی منطقی طور پر ارتقاء کی منزلیں طے کرتی اپنے نقطہ عروج تک پہنچتی ہے اور پھر واقعاتی ربط کے ساتھ ساتھ اختتام پذیر ہوتی ہے۔

کہانی میں دلچسپی اور دلکشی قائم رکھنے کے لیے اشفاق احمد نے تجسس و جستجو کا اہتمام بھی کیا ہے۔ مجموعے کا ہر افسانہ عنوان سے لے کر کہانی تک قاری پر اپنی گرفت ڈھیلی پڑنے نہیں دیتا۔ اور قاری اختتام تک افسانے کے ساتھ مکمل توجہ اور انہاک کے ساتھ جڑا رہتا ہے۔

محبت کے متنوع رنگ ہوں یا معاشرے کے اندر کسی ایک مسئلے کی نشان دہی اشفاق احمد نے ہر حوالے سے اپنے افسانوں میں وحدت تاثر کا بھرپور خیال رکھا ہے۔ انہوں نے کہانی کے اختتام پر کچھ اس قسم کی فضاء پیش کی ہے کہ قاری اسے ختم کرنے کے بعد کسی نہ کسی خاص سمت میں ضرور سوچتا ہے۔

اسلوب کے حوالے سے دیکھا جائے تو بنیادی طور پر اشفاق احمد نے اپنے افسانوں میں بیانیہ طرز تحریر اختیار کیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے افسانوں میں کہانی کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں لیکن بیانیہ طرز خشک اور سپاٹ قطعی طور پر نہیں بلکہ اس میں دلکشی اور دلچسپی بدرجہ اتم موجود ہے۔ ان کے افسانے قدرت اظہار کا مظہر ہیں جس میں سادہ بیانیہ انداز کے ساتھ ساتھ شاعرانہ وسائل کو بھی بروئے کار لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اشفاق احمد کے افسانوں میں خوبصورت تشبیہات اور استعارات کی مثالیں جا بجا نظر آتی ہیں۔ جبکہ ان کے افسانوں میں موجود مختلف مکالمے اور جملے اپنے اندر رمز و کنایے کی کیفیات بھی لیے ہوئے ہیں جو کہ قاری کو سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بعض افسانوں میں خوب صورت اور

برمحل اشعار کو بھی جگہ دی ہے۔ جب کہ ان کے بعض جملے پڑھ کر شاعری کا گماں گزرتا ہے۔ یوں مجموعی طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ اشفاق احمد کے افسانوں میں اسلوب کی تمام تر خوبصورتی اور چاشنی موجود ہے۔

اشفاق احمد دراصل ایک ایسے افسانہ نگار ہیں جن کے ہاں حقیقت اور رومان کی امیزش نظر آتی ہے۔ اگر فکری نقطہ نظر سے تجزیہ کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی کہانیوں کا بنیادی موضوع محبت ہے۔ محبت کے تمام رنگ اپنی خوب صورتیوں اور جولانیوں کے ساتھ ان کے افسانوں میں نظر آتے ہیں۔ ان کے ہاں محبت ایک عظیم کائناتی سچائی کی صورت میں ابھرتی ہے۔ اور یہ محبت مجاز سے حقیقت کی طرف سفر کرتی ہے۔ تصوف جو آگے چل کر اشفاق احمد کے افسانوں اور ڈراموں کا بنیادی موضوع بنا اس پہلے مجموعے میں اس کے بھی ابتدائی خد وخال نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں کے ذریعہ صرف انسانوں سے ہی نہیں بلکہ تمام مخلوق خدا سے محبت کرنے کا درس دیا ہے۔ ان کے تمام کردار محبت کے حوالے سے جدائی کے المیوں سے دوچار ہیں۔

اشفاق احمد نے محبت کے ساتھ ساتھ فسادات کو بھی اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ ان کے ہاں ہمیں فسادات کی تباہ کاریاں، ظلم وستم اور قتل وغارت کے مناظر جابجا نظر آتے ہیں۔ لیکن انہوں نے دوسرے افسانہ نگاروں کی طرح ہنگامی حالات سے متاثر ہوکر فسادات کے موضوع پر قلم نہیں اٹھایا بلکہ انہوں نے فسادات اور اس سے ہونے والے نقصانات اور اس کی وجوہات پر اپنے نقطہ سے روشنی ؟ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ فسادات کی اصل وجہ مذہبی نہیں بلکہ سیاسی تھی۔ اشفاق احمد نے صرف محبت کو ہی اپنے افسانوں کا موضوع نہیں بنایا بلکہ ان کے ہاں معاشرے میں موجود مختلف قسم کے مسائل اور نفسیاتی الجھنوں کا ذکر بھی اکثر نظر آتا ہے جب کہ معاشرے کے اندر بڑھتی ہوئی منافقانہ سوچ اور انفرادی رویوں کے خلاف بھی انہوں نے اپنے افسانوں میں آواز اٹھائی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے معاشرتی مسائل کی نہ صرف نشاندہی کی ہے بلکہ اس کے حل کے لیے بھی تجاویز پیش کی ہیں۔

الغرض فنی اور فکری حوالے سے تجزیہ کیا جائے تو اشفاق احمد کا افسانوی مجموعہ ایک محبت سو افسانے ایک لازوال شاہ کار ہے جو اشفاق احمد کے نام کو دنیائے ادب میں ہمیشہ زندہ وتابندہ رکھے گا۔

●▭●

تصحیح جریدہ حیات نو ماہ مئی ۲۰۱۹ء

۱۔'انسانی سماج اور قرآن مجید' ص ۲۴ پر۔ انصر اخاک ظالما او مظلوماً۔ صحیحین کی حدیث ہے۔صاحب مقالہ نے غلطی سے اس کو دور جاہلیت کا مشہور قول قرار دے دیا ہے۔قارئین تصحیح فرمالیں۔

۲۔ خوش خبری ص ۶۵ پر حیات نو کی خصوصی شماروں کی تعداد دس (۱۰) لکھی گئی ہے۔ جب کہ برادر ابوالاعلی سید سبحانی کی ادارت میں تین خصوصی شمارے منظر عام پر آئے تھے۔ دو دیگر عنوانات احاطہ تحریر میں آنے سے رہ گئے تھے:

۱۔ طارق فارقلیط اور

۲۔اجلاس عام نمبر

جامعہ کے لیل ونہار

مصباح الباری فلاحی، استاذ شعبہ اعلی، جامعۃ الفلاح
موبائل: 8565954119

تعلیمی کلنڈر بابت ۲۰۔۲۰۱۹ء مطابق ۴۱۔۱۴۴۰ھ

تعلیمی سال کا آغاز	۱۵/جون ۲۰۱۹ء بروز سنیچر
داخلہ وتجدید داخلہ	۱۶/جون تا ۲۰/جون ۲۰۱۹ء
ضمنی امتحانات	۱۶، ۱۷/جون ۲۰۱۹ء
داخلہ ٹیسٹ II	۱۷، ۲۰/جون ۲۰۱۹ء
آغاز تعلیم	۲۲/جون ۲۰۱۹ء
تعطیل عید الاضحیٰ	۱۰ تا ۱۶/اگست ۲۰۱۹ء
امتحان ششماہی	۲۰ تا ۳۱/اکتوبر ۲۰۱۹ء
آغاز ششماہی ثانی	ن/نومبر ۲۰۱۹ء
اعلان نتائج امتحان ششماہی	۳۰/نومبر ۲۰۱۹ء
تعطیل سرما	۲۸/دسمبر ۲۰۱۹ء تا ۱۶/جنوری ۲۰۲۰ء
آغاز تعلیم بعد تعطیل سرما	۱۸/جنوری ۲۰۲۰ء
سالانہ امتحانات	۲۲/مارچ تا ۸/اپریل ۲۰۲۰ء
اعلان نتائج سالانہ	۱۶/اپریل ۲۰۲۰ء

آغاز تعطیل کلاں	۱۸/اپریل تا۲/جون ۲۰۲۰ء

تعلیمی وتربیتی رپورٹ

تعلیمی سال ۱۹۔۲۰۱۸ء کے اعداد وشمار

تعداد طلبہ	تعداد طالبات	میزان	
مجموعی تعداد	۱۷۱۰	۳۲۰۰	۴۳۱۰
بورڈر	۳۵۰	۴۲۵	۷۷۵
غیر مستطیع	۲۰۲	۱۰۳	۳۰۵
مستطیع	۱۴۸	۳۲۲	۴۷۰
معلمین ومعلمات	۱۵۶		
کارکنان جامعہ	۸۶		
مطبخ وباورچی خانہ	۴۰		

المکتبۃ المرکزیۃ

کل تعداد کتب ۸۴۵۹۹

مستفدین دارالمطالعہ کی تعداد ۱۳۳۶۱

دارالمطالعہ میں طلبہ کی حاضری ۹۵۶۰ رہی، اساتذہ کی حاضری ۲۷۵ تھی۔اسٹیک روم میں طلبہ کی حاضری ۸۹۰ اور ۶۷ طلبہ نے ۲۷۴ درسی کتب اور اساتذہ نے ۴۹۸ کتب مراجع ایشو کرائی ہیں۔دارالمطالعہ اور اسٹیک روم سے ۳۸۵۲ کتب ورسائل جاری کرائے گئے۔

اعداد وشمار ڈپارٹمنٹل لائبریری

نمبرشمار	شعبہ جات	کل تعداد کتب	اضافہ سال رواں
۱	المکتبۃ المرکزیۃ	۵۲۵۱۸	۲۵۳۶
۲	لائبریری شعبہ اعلی طلبہ	۲۶۹۷	۳۷۵

۳	لائبریری شعبہ اعلیٰ طالبات	۸۲۶۲	۴۴۵
۴	لائبریری شعبہ	۳۲۰۱	۱۱۵
۵	لائبریری شعبہ ثانوی طالبات	۱۸۳۷	۹۸
۶	لائبریری ابتدائی طلبہ	۸۳۸	۷۶
۷	لائبریری ابتدائی طالبات	۸۴۷	۵۵
۸	لائبریری جمعیۃ الطلبہ	۸۹۳۴	۲۳۱
۹	لائبریری جمعیۃ الطالبات	۴۰۹۹	۱۴۷

تعلیمی رپورٹ ۲۰۱۸ء

الحمدللہ ۱۹-۲۰۱۸ء کا تعلیمی سیشن بحسن خوبی اختتام پزیر ہوا اور نئے تعلیمی سیشن سے باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوکر اختتام کے مرحلہ میں ہے۔ جملہ اساتذہ کرام ومعلمات بحسن وخوبی اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مجموعی لحاظ سے اساتذہ کرام کی تدریسی کارکردگی بہتر ہے۔

جامعہ میں طلبہ وطالبات کی مجموعی تعداد ۴۹۱۰ ہے۔

شعبہ	تعداد اساتذہ	تعداد طلبہ وطالبات	تعداد طلبہ وطالبات	فیصد نتائج ۱۷-۲۰۱۸ء	فیصد نتائج ۲۰۱۸ء
اعلیٰ طلبہ	۲۳	۴۵۱	۴۷۷	۸۲_۱۰	۹۳_۳۸
ثانوی طلبہ	۱۰	۲۶۴	۲۵۲	۴۳_۷۲	۹۲_۴۳
حفظ طلبہ	۷	۱۴۶	۱۷۷	۶۶_۱۳	۹۴_۳۵
ابتدائی طلبہ	۲۱	۶۴۵	۶۱۴	۷۰_۸۱	۸۲_۷۹
اعلیٰ طالبات	۳۴	۱۰۹۰	۱۱۴۷	۷۴_۵۳	۹۸_۴۹
ثانوی طالبات	۱۸	۶۴۳	۵۶۰	۴۴_۹۷	۹۴_۶۰

حفظ طالبات	۷		۱۷۶	۲۰۰		۹۰_۰۷
۸۳_۸۹						
ابتدائی طالبات	۲۸	۹۴۱	۸۷۳	۹۰_۲۸		۹۲_۴۰
میزان	۱۴۸	۴۳۵۵	۴۶۵۳	۷۰_۳۲		۹۱_۵۴

مذکورہ بالا جدول سے یہ بات سامنے آئی کہ گزشتہ سال کے مقابلہ میں امسال طلبہ کی تعداد میں تقریباً سات فیصد کا اضافہ ہوا اور نتائج بھی کافی بہتر ہیں۔

ہم نصابی سرگرمیاں

الحمدللہ اعلی وثانوی طلبہ وطالبات میں ہم نصابی سرگرمیاں منصوبہ کے مطابق چلتی رہیں۔ اس سے جملہ طلبہ میں غیر درسی کتب کے مطالعہ کے رجحان میں خواطر خاہ اضافہ ہوا ہے۔ نیز مضمون نویسی کے فن میں بھی ارتقاء ہوا ہے اس کو مزید منظّم بنانے کے لیے امسال اگلے سال کے لیے پہلے سے منصوبہ بندی کر لی گئی ہے۔

نیا نصاب

نئے نصاب کے تحت ان شاء اللہ امسال سال عالمیت کا پہلا بیچ فارغ ہوا۔

ششماہی ثانی میں متعین کئے گئے خصوصی اہداف کی روشنی میں

عمل درآمد رپورٹ

ششماہی ثانی میں جو اہداف شعبہ وائز متعین کیے گئے تھے شعبہ میں ان اہداف کے حصول کے لیے پوری کوشش کی گئی۔

شعبہ اعلی میں عبارت فہمی، نظام الاوقات کی پابندی اور منہج دراسی کی تنفیذ کے اہداف متعین کیے گئے تھے جن کے حصول کے لیے طلبہ وطالبات دونوں شعبوں میں مسلسل کوشش کی گئی اور اس مقصد کے حصول کے لیے ادب وفقہ کے ٹسٹ شفوی بھی لیے گئے اور فقہ وادب ونحو

کے ماڈل پیپر عربی اول تا عربی چہارم تیار کرائے گئے الحمد للہ اسی لحاظ سے معلّمین ومعلمات نے تدریس کا فریضہ انجام دیا اور امتحان بھی اسی طرز پر ہوا۔

ابتدائی وثانوی میں ناظرہ اور زبان کی درستگی کا ہدف متعین کیا گیا تھا۔ ہر شعبے میں اس کے لیے کوشش کی گئی البتہ ابتدائی طالبات میں ناظرہ کی درستگی کے لیے باقاعدہ قاریہ وحافظہ کی ضرورت اب بھی باقی ہے۔ زبان کی درستگی کے لیے جامع لائحہ عمل مرتب کیا ہے جو ان شاء اللہ مفید ثابت ہوگا۔

جائزہ رپورٹ

امتحانی ششماہی کے نتائج چونکہ قابل توجہ تھے بالخصوص ثانوی طلبہ وطالبات کے اس لیے جناب ڈاکٹر ابوشحمہ صاحب، جناب مولانا شبیر احمد فلاحی صاحب اور ڈاکٹر ابوہریرہ صاحب کے ذریعہ انگریزی، ریاضی اور بعض مضامین کا جائزہ لیا گیا ان کی رپورٹ کے مطابق حساب اور انگریزی میں بچے قابل توجہ ہیں۔ ان کی رپورٹ کی روشنی میں ان شعبوں کے ذمہ داران کو اس جانب متوجہ کیا گیا اور اس کا خاطر خواہ فائدہ ہوا جو نتائج امتحان سے واضح ہے۔

انجمن طلبۂ قدیم کی دعوت اور ذمہ داروں کی خواہش پر جناب رفیق احمد نظامی صاحب نے ایک ماہ سے زائد کا وقت دے کر یہاں کے تعلیمی وتربیتی نظام اور نصاب کا ہمہ جہتی جائزہ لیا اور تفصیلی رپورٹ اور مشورے پیش کیے۔ امسال کی منصوبہ بندی میں اس سے استفادہ کیا گیا ہے۔

تربیتی رپورٹ

اس سال بورڈر طلبہ کی تعداد سال کے آغاز میں ۳۷۲ تھی جو سال کے آخر میں ۳۵۰ تک رہ گئی سال بھر مسلسل کوشش کے نتیجے میں ان کی تربیتی صورت حال قدرے بہتر رہی۔ بعد نماز مغرب اور عشاء نگراں حضرات کی نگرانی میں مطالعہ کا نظم کیا گیا۔ طیبہ ہال میں عربی اول اور دوم تک کے کمزور طلبہ کے لیے خصوصی انتظام کیا گیا۔ دو نگراں مستقل وہاں موجود رہ کر ان کی

کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

جمعیۃ الطلبہ کے پلیٹ فارم سے سال بھر طلبہ نے پوری دلچسپی کے ساتھ مختلف قسم کی ثقافتی سرگرمیاں جاری رکھیں۔تحریری اور تقریری صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لیے موثر تدابیر اختیار کی گئیں۔ سال کے آخر میں مختلف قسم کے مقابلے منعقد کیے دوبار تعلیمی مظاہرے بھی منعقد کیے گئے۔

طلبہ کلاس کی پابندی کریں اور بلا کسی شدید مجبوری کے ناغہ نہ کریں اس طرف خصوصی توجہ دی گئی۔ مسلسل ان پر کڑی نگاہ رکھی گئی اور تنبیہ اور تاکید کی جاتی رہی جس کے نتیجہ میں صرف ایک طالب علم حاضری فیصد کی زد میں آیا اور وہ بھی اپنی بیماری کی وجہ سے۔

غیر بورڈر طلبہ کی تعلیمی اور اخلاقی صورت حال میں بہتری لانے کے لیے خصوصی توجہ صرف کی گئی۔ بلاوجہ ناغہ کرنے والے طلبہ کے ساتھ تادیبی کاروائی کی گئی۔ اور ان کے سرپرستوں کو فون کے ساتھ تحریری اطلاع بھی دی جاتی رہی۔ اس کا بھی بہتر نتیجہ برآمد ہوا۔ صرف ایک طالب علم اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے حاضری فیصد کی زد میں آیا جب کہ پچھلے سال ۵ غیر بورڈر طلبہ اس کی زد میں آئے تھے۔امسال سرپرستوں سے مضبوط تعلق قائم کرنے کی غرض سے پاس پڑوس کے گاؤں کے دورے مہتمم تعلیم وتربیت، نگراں اعلی اور غیر بورڈ طلبہ کے نگراں نے کیے جس کے بہت مثبت نتائج برآمد ہوئے اور بستیوں سے تعلقات مستحکم ہوئے۔

امسال صفیہ منزل کو بھی کنٹرول کرنے کی کوشش کی گئی۔ وہاں کی اتالیقات کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھا گیا۔ان کے ساتھ میٹنگوں کا سلسلہ رکھا گیا۔ وہاں کے مسائل وحالات پر مسلسل نگاہ رکھی گئی۔ بحمدللہ مجموعی طور پر صورت حال بہتر رہی۔طالبات کی اخلاقی تربیت کے پیش نظر کمروں کی تقسیم درجات کے اعتبار سے کی گئی۔اسی طرح نگراں کے کمرے بھی تقسیم کیے گئی ہیں ایک کمرے میں دو نگراں کو رکھا گیا ہے ہر نگراں کے ذمہ ۱۱-۱۲ کمرے متعین کیے گئے ہیں۔

سرپرستوں سے رابطہ کے لیے تمام ہمہ وقتی اتالیقات کو ایک ایک موبائل فراہم کیا گیا اور انہیں یہ تاکید کی گئی کہ ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ انہیں نمبرات پر بات کروائیں جن کا اندراج سرپرستوں نے کروایا ہے۔

تمام طالبات کی فائلیں بنائی گئیں تاکہ ان میں طالبات کی نقل وحرکت کا اندراج کیا جاسکے۔ اس سے ان کے سرپرستوں کو بھی باخبر کیا جاسکے اور طالبات کے اخلاقی سدھار کے لیے ان کے سرپرستوں سے رابطہ بھی کیا گیا۔ اس کے نتائج اچھے رہے۔

طالبات کی علمی استعداد کو بڑھانے کے لیے عربی اول وعربی دوم کی طالبات کو بعد نماز مغرب تا عشاء نحو وصرف پڑھانے کا نظم کیا گیا۔ اور تمام نگراں کو مطالعہ کے اوقات میں کمروں کے باہر رہنے اور طالبات کی تدریس میں رہنمائی کرنے کا حکم دیا گیا نیز طالبات کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ وہ دس بجے کے بعد دوسروں کے کمروں میں نہ جائیں۔

ادارہ علمیہ

جامعہ میں بہت سے ایسے اساتذہ وکارکنان، طلبہ وطالبات ہیں جن میں ادبی وتخلیقی رجحان پایا جاتا ہے لیکن اپنی تخلیقات کو طباعت کے مشکل مراحل سے گزارنا ایک مشکل امر ہے اور مہنگائی کے اس دور میں ذاتی صرفے سے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا نہ ممکن ہے اور نہ موزوں۔ جب کسی کی تخلیقات منظر عام پر نہیں آپاتی تو وہ مایوسی کا شکار ہونے لگتا ہے ایسی حالت میں جامعہ نے اپنے اساتذہ وکارکنان اور طلبہ وطالبات کی ان تخلیقات کو جو مقاصد جامعہ اور مفاد جامعہ میں ہوگی اشاعت کرانے میں مدد کرنے کا فیصلہ کیا اور ایک مستقل شعبہ اشاعت وطباعت ادارہ علمیہ کے نام سے قائم کیا۔ اس شعبہ سے اب تک کل ۵۰ درسی وغیر درسی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔

الحمدللہ امسال ادارہ علمیہ سے صرف ایک درسی کتاب **الملخص للمقررات الدراسية فی السنة الثانية من الفضيلة** شائع ہوئی۔

معمل اللغۃ کی سرگرمیاں

عربی زبان وادب کے فروغ وارتقاء کے لیے جامعہ میں معمل اللغۃ العربیۃ کے نام سے ایک شعبہ قائم ہے۔ غیر درسی اوقات میں عربی زبان وادب سے خصوصی دلچسپی رکھنے والے طلبہ مشرفین کی رہنمائی ونگرانی میں عربی لکھنے، پڑھنے اور بولنے کی مشق کرتے ہیں۔ معمل کا تجربہ

بہت کامیاب ہے۔

عربی اول تا عربی سوم کے طلبہ کے لیے غیر درسی اوقات میں عربی کلاسز کا اہتمام کیا گیا جن میں طلبہ نے پابندی سے اپنے متعین اوقات میں شرکت کی اور مختلف اساتذہ کرام سے استفادہ کیا۔

رپورٹ سلائی وکڑھائی سنٹر

جامعہ کے نصاب میں طالبات کے لیے امور خانہ داری ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے داخل ہے۔لیکن وقت کی قلت کی وجہ سے بالکل ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے۔البتہ بطور خاص سلائی کڑھائی میں مزید مہارت پیدا کرنے کے لیے غیر درسی اوقات میں فنی مہارت رکھنے والی معلمات کے ذریعہ ایک اضافی کورس کا نظم کیا گیا ہے لیکن یہ کورس اختیاری ہے اس کا الگ سے امتحان لے کر سرٹیفکیٹ تفویض کی جاتی ہے۔

الحمدللہ امسال تیسرا بیچ فارغ ہونے والا ہے، سال اول میں ۱۹ طالبات کو سرٹیفکٹ دی گئی اور دوسرے سال میں ۲۰ طالبات کو اور تیسرا بیچ بھی عنقریب فارغ ہوگا۔۔مستقل طور سے دومعلمات اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دے رہی ہیں۔

سینٹر کومزید ترقی دینے کے لیے غیر مستطیع طالبات کے لیے یہ سہولت رکھی گئی ہے کہ سلائی سیکھنے کے لیے انہیں مطلوبہ کپڑے فراہم کیے جائیں۔سیکھنے کے لیے ۲۴ عدد مشینیں سینٹر میں موجود ہیں، اس کا مقصد طالبات اورخواتین کواس فن میں ماہر بنانا ہے تاکہ گھر بیٹھے آمدنی حاصل کرنے کا ذریعہ بن سکے۔

رپورٹ الفلاح ہاسپٹل

الفلاح ہاسپٹل گزشتہ سات سالوں سے بلاتفریق قوم وملت جامعہ کی سرپرستی نگرانی میں ۲۴ گھنٹے علاج ومعالجہ کے میدان میں بحسن وخوبی فرائض انجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالی ان کوششوں کوقبول فرمائے۔الحمدللہ سال بہ سال ہاسپٹل ترقی کی جانب گامزن ہے۔سال رواں میں یونانی طریقۂ علاج کے تحت حجامہ اور مساج کا اضافہ کیا گیا۔اس کے علاوہ فزیوتھراپی کا

شعبہ کھولا گیا ہے۔ اس وقت ہاسپٹل میں ۱۵ ڈاکٹرس ایک فارماسسٹ چارنرسز تین دائیوں کے علاوہ آٹھ دیگر اسٹاف ہمہ وقت خدمات انجام دے رہے ہیں۔اوائل اپریل ۲۰۱۷ء سے سرجری کا شعبہ بھی قائم ہوگیا ہے جس میں سرجری ہورہی ہے۔پیش رفت اور خدمات کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

OPD	24296
IPD	1185
بچوں کی پیدائش	127
حجامہ Cupping	221
سرجری	56
جامعۃ الفلاح کے اسٹاف،طلبہ اور دیگر غرباء کا مفت علاج	2208

اس سال دو میڈیکل کیمپ لگائے گئے جس کے ذریعہ ۱۱۰۲ مریضوں کا فری چیک اپ اور مفت دوائیں فراہم کی گئیں۔ ہیلپ لائن قائم کرکے ایک بڑی تعداد مریضوں کو مفت طبی مشورے دیے گئے۔ واضح رہے تمام ڈپارٹمنٹس میں نہایت واجبی فیس پر علاج کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ جیسے ایکسرے پیتھالوجی وغیرہ۔اللہ سے دعا ہے اسپتال کو خیر وبرکت کا ذریعہ بنائے اوراس شعبہ کے ذریعہ عوام الناس کی خدمت کا موقع عنایت فرمائے۔

زیرتجویز تعمیری منصوبہ نسواں کمپس کی احاطہ بندی

جامعہ کی ایک اہم تعمیری ضرورت یہ ہے کہ کلیۃ البنات کامپلیکس (تعلیم گاہ اور ہاسٹل) کی باؤنڈری کرادی جائے۔ کچھ سال قبل باؤنڈری کا کام شروع کیا گیا تھا مگر فنڈ نہ ہونے کے سبب اس اہم کام کو روکنا پڑا۔ جامعہ کی تعمیری ترجیحات میں باؤنڈری کی تعمیر شامل ہے۔اور ضرورت بھی متقاضی ہے کہ جلد از جلد اس کام کو کرادیا جائے۔ اگر کہیں سے ہمت افزائی ہوتی ہے تو رواں سال میں اس پروجیکٹ پر کام نہایت ضروری ہے۔ مکمل پروجیکٹ پر تقریبا 50,00,000.00 پچاس لاکھ روپے کا خرچ ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اصحاب خیر اس جانب فوری توجہ دیں گے۔

انجمن ہاسٹل کی تعمیر

جامعہ میں انجمن ہاسٹل کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ پہلے مرحلہ میں ایک تہائی ہاسٹل کو منہدم کر کے کام جاری ہے۔ایک تدریج کے ساتھ تینوں حصے مکمل کرنے کا پلان ہے۔ پہلے بلاک کی تعمیر کا کام جاری ہے اب تک گراؤنڈ فلور کے ساتھ تین منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام مکمل ہوگیا ہے ۔ چھوتھی منزل کا کام جاری ہے اور ان شاء اللہ عنقریب ڈھلائی کا کام مکمل ہوجائے گا۔پھر کوشش ہوگی کہ اینٹوں کی چنائی شروع کردی جائے۔

مجوزہ جدید ہاسٹل کی عمارت پانچ منزلہ (G+4) ہوگی۔گراؤنڈ فلور پر دو وارڈن فیملی کوارٹر، ایک ڈائننگ ہال، حسب ضرورت طہارت خانوں کے ساتھ ۲۸ کمرے ہوں گے باقی اوپر کی منازل پر ہر فلور پر ایک وسیع ہال ، دو وارڈن فیملی کوارٹرس، حسب ضرورت طہارت خانوں کے علاوہ ۳۱ رہائشی کمروں کا نظم ہے۔اس طرح مجوزہ نئ عمارت میں دس وارڈن کے فیملی کوارٹر ،ایک ڈائننگ ہال، چار کامن ہال اور ۱۵۲ رہائشی کمرے مع لوازمات ہوں گے۔ ۲۲×۱۰ کے ایک کمرے میں صرف چار طلبہ قیام کریں گے گویا اس عمارت کی تکمیل کے بعد ۶۰۸ طلبہ کی گنجائش پیدا ہوجائے گی۔

خلاصہ پروجیکٹ

مکمل پروجیکٹ کی لاگت

(\$.17,00,000)10,44,00,000

ایک منزل کی لاگت

(\$.3,21,231)2,08,80,000

ایک کمرے پر خرچ

(\$.10,566)6,86,842

ایک بیڈ مع لوازمات کا خرچ

مڈل ایسٹ میں ملازمت کے خواہش مند حضرات کے لیے

ایک قابل اعتماد ادارہ

الهند فارن سروس ایجنسی

- اگر آپ میڈیکل لائن سے متعلق ہیں
- اگر آپ کوئی ہنر جانتے ہیں
- اگر آپ صرف پڑھے لکھے ہیں اور آپ کے پاس کوئی ہنر نہیں ہے
- اگر آپ کا کسی ہوٹل انڈسٹری سے تعلق ہے
- اگر آپ عام لیبر یا مزدور ہیں

تو آپ اپنے پاسپورٹ کی کاپی، فوٹو اور بائیو ڈاٹا ہمیں بھیج دیجیے......اور

دیگر تفصیلات کے لیے ہماری اطلاع کا انتظار کیجیے۔

وكالة الهند للخدمات الأجنبية

AL-HIND FOREIGN SERVICE AGENCY

Registration No.: B-0376/DEL/PER/1000+/5/1263/1984

Head Off: No. 73, Main Road, Near SBI
Zakir Nagar, New Delhi-110 025 (India)
E-mail: info@al-hind.com

Ph : 0091 - 11 - 26983980, 26983981
0091 - 11 - 26988375 / 76
Fax : 0091 - 11 - 26983982

Web: www.al-hind.com

Branch Office: 38, G.F. Ashoka Shopping Complex, Near G.T. Hospital
L.T. Road, Mumbai - 400 001 (India)
Ph. : 0091-22-22652906 Fax: 0091 - 22 - 22652910

JARIDA HAYAT-E-NAU
July-2019

RNI No: DELURD/2015/65862
Vol. IV Issue-VI

انجمن ہاسٹل کی تعمیرمرحلہ بہ مرحلہ